بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۸ شمارہ ۶

ماہنامہ

خالد

ربوہ

شہادت ۱۳۶۰ ہش .:. اپریل سنہ ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

محمد الیاس منیر

نائبین

اخلاق احمد انجم ، منصور احمد عارف

محمود احمد اشرف ، نعمت اللہ بشارت

ترتیب

پبلشر

مبارک احمد خالد

پرنٹر

سید عبدالحی

کتابت

محمد یونس خوشنویس

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

قیمت :- سالانہ -/۱۵ روپے

فی پرچہ :- ایک روپیہ پچاس پیسے

سرورق اس موعود اولوالعزم ہستی کی شبیہ مبارک سے مزین ہے جس کے متعلق الہاماً بتایا گیا تھا کہ "وہ زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔" میری مراد سیدنا حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) سے ہے۔

اور سرورق الٹیے تو آئندہ صفحات میں اسی وجود باجود کی مذکورہ صفت کی عملی تصویر جھلکتی نظر آئے گی۔ یعنی استحکام قدرت ثانیہ کے لئے ایک عظیم الشان کارنامہ ——— مجلس مشاورت کے نظام کی ایک جھلک۔!

حضرت مصلح موعود کے ذریعہ مشاورت کا نہ صرف قیام عمل میں آیا۔ بلکہ ۴۴ سال تک آپ کی مسلسل اور بھرپور نگرانی میں اس کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئیں اور آپ کی محنت و جانفشانی کے نتیجہ میں اس کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں اور آج یہ پودا ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جس کے نیچے چند لوگ بیٹھ کر دنیا کی بھلائی کے لئے تدابیر سوچتے ہیں۔ آئندہ پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیتے اور اس کا حل نکالتے ہیں ـــ لیکن ان کی سوچ اور فکر کا دھارا تقویٰ اور اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے آقا کے حضور تجاویز پیش کرتے ہیں اور اپنے مشورے اس وقت تک پیش کرتے چلے جاتے ہیں جب تک ان کے آقا کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو جائے اور جب فیصلہ ہو جائے تو وہ برضا و رغبت سر تسلیم خم کر دیتے ہیں خواہ وہ فیصلہ انکی رائے کے خلاف ہی ہو

اس نقطۂ نظر سے ہماری اس مجلس مشاورت کا مطالعہ بڑا دلچسپ ہے۔ چنانچہ اندر کے صفحات اسی ضمن میں خصوصی مضامین پر مشتمل ہیں جو جماعت احمدیہ کی ۶۲ ویں مجلس مشاورت کے موقع پر ادارہ خالد شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس تاریخ ساز ادارہ کا مطالعہ کر کے ایک مرتبہ پھر سرورق کی طرف لوٹیں تو زبان پر بے اختیار یہ شعر آجاتا ہے ؎

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

[illegible]

وہ وقت آئیگا جب...

حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) فرماتے ہیں:-

"آج بے شک ہماری مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی۔ مگر وقت آئے گا اور ضرور آئے گا۔ جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمنٹوں کے ممبروں کو وہ درجہ حاصل نہ ہوگا جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصل ہوگا۔ کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمنٹیں آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری بہت بڑی عزت ہے اور اتنی بڑی عزت ہے کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی تو وہ بھی اس پر فخر کرتا اور وہ وقت آئیگا جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۵)

رات نالے مرے دراز ہوئے ○ تلخ تھے پر وہ دل گداز ہوئے

اس حقیقت کو جانتے ہیں سب ○ جھکنے والے ہی سرفراز ہوئے

جو کہ دھونی رما کے بیٹھ گئے ○ حاصل ان کو بڑے نیاز ہوئے

رکھتے تھے جو نمود سے نفرت ○ سلسلے ان کے ہی دراز ہوئے

حق کو مانا غریب لوگوں نے ○ ان کے اخلاص کارساز ہوئے

جن کو حق الیقین حاصل ہے ○ اہل ثروت سے بے نیاز ہوئے

ہم نے دیکھے بہت سعادتمند ○ اُٹھ کے پستی سے سرفراز ہوئے

اُن کو انجام کار کچھ نہ ملا ○ جو بڑے ہی زمانہ ساز ہوئے

صدق و ایثار جن کا پیشہ تھا ○ اپنے محمود کے ایاز ہوئے

معرفت کے نکات اے بسملؔ
تیرے سینہ کے بستہ راز ہوئے

(جناب فضل الرحمٰن بسملؔ)

جماعت احمدیہ میں
مجلس مشاورت کا قیام

(زیرِ طبع سوانح فضل عمر جلد دوم کا ایک باب)

از محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

قرآن کریم نے مثالی اسلامی معاشرہ کا تصور پیش کرتے ہوئے جو مختلف راہ نما اصول بیان فرمائے ہیں۔ ان میں ایک باہمی مشورہ کا اصول بھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا :-

"وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ"

اس مشورہ کے امر کو جماعت احمدیہ میں ایسے رنگ میں قائم کرنا جو صحیح اسلامی اقدار کے عین مطابق ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ قیام جماعت احمدیہ کے اوّلین اغراض و مقاصد میں شامل تھا۔ چنانچہ حضرت اقدس ابتدائی زمانہ سے اہم امور میں صائب الرائے احباب سے مشورہ لینے کی سنّت پر ہمیشہ کاربند رہے اور وقتاً فوقتاً عندالضرورت کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی طور پر احباب جماعت سے مشورہ لینے کا انتظام فرمایا۔ اجتماعی مشورہ کی ایک اہم مثال ۱۸۹۱ء میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ جبکہ دسمبر میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کیا گیا جماعت کی تعداد اس وقت اتنی قلیل تھی کہ جلسے کے موقع پر صرف ۷۵ زائرین شامل ہوئے۔ اس قلیل تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جلسہ اور مشاورت کا الگ الگ انتظام کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا حضرت اقدس نے اسی جلسہ سالانہ سے مشاورت کا کام بھی لیا اور جماعت احمدیہ کی اس پہلی مجلس مشاورت میں جو تجویز پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بکثرت ظاہر ہونے والے نشانات کا ریکارڈ محفوظ کرنے کی خاطر ایک ایسی انجمن بنائی جائے جو احمدی اور غیر احمدی حضرات پر مشتمل ہو۔ یہ تجویز بالاتفاق اس ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی کہ فی الحال حضرت اقدس کے رسالہ آسمانی فیصلہ کو جس میں یہ تجویز موجود ہے شائع کر دیا جائے۔ اس پر مخالفین سلسلہ کا عندیہ معلوم کرنے کے بعد تراضی فریقین مجوزہ انجمن کے ممبران مقرر کئے جائیں۔

اجتماعی مشاورت کا یہ سلسلہ باقاعدہ سالانہ صورت میں جاری نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ خلافت ثانیہ کے آغاز تک ایسی مجلس حسب ضرورت بلائی جاتی رہی ۱۹۲۲ء میں حضرت مصلح موعود نے پہلی مرتبہ باقاعدہ سالانہ مجلس مشاورت کا نظام قائم فرمایا۔ حضور کے اس فیصلہ پر جسے جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ بعض کم فہم اشخاص نے

اعتراضات بھی کئے کہ یہ ایک ایسا مالی بوجھ ہوگا جو جماعت برداشت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس زمانہ میں چندوں کی کیفیت یہ تھی کہ بعض اوقات کارکنوں کو ماہانہ تنخواہ دینے کے لئے بھی کئی کئی ماہ انجمن کے پاس پیسے نہ ہوتے تھے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے اس اقدام کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور فرمایا:۔

"کہا جاتا ہے کہ اس قدر کام جاری کرنے کی طاقت نہیں۔ مگر مشکل کے وقت یا ناسمجھی کے باعث ایسے خیال پیدا ہونے کوئی بڑی بات نہیں اور میں سمجھتا ہوں جو کہتا ہے کہ جماعت یہ بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں وہ معذور ہے۔ مگر میں بھی معذور ہوں۔ میری طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ کون سا کام کریں جس سے دنیا میں ہدایت پھیلے .... وہ دن یا وہ سال جس میں جماعت کا قدم آگے نہ ہو میرے لئے دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے .... میری نظر اس بات پر پڑ رہی ہے کہ ہماری جماعت نے آج ہی کام نہیں کرنا بلکہ ہمیشہ کرنا ہے دنیا کی انجمنیں ہوتی ہیں جو یہ کہتی ہیں آج کام کر کے دکھا دو اور لوگوں

ارسطو

یونانی سکندر جب دنیا فتح کرنے کے ارادہ سے چلنے لگا تو اس کی ماں نے کہا تم نے اپنا پیارے اپنے استاد ارسطو کو بھیج دیا ہوتا۔ اس پر سکندر نے کہا کہ ماں اگر سکندر جنگ میں کام آگیا تو استاد محترم مجھ جیسے ہزاروں سکندر پیدا کر لیں گے لیکن اگر میرے استاد جنگ میں کام آگئے تو ہزاروں سکندر مل کر بھی ایک ارسطو پیدا نہ کر سکیں گے۔

کے سامنے رپورٹ پیش کر دو۔ مگر میں نے رپورٹ خدا کے سامنے پیش کرنی ہے کہ آج جو کام کر رہے ہیں یہ آئندہ زمانہ کے لئے بنیاد ہو۔ ہمارا کام یہ نہیں کہ دیکھیں ہمارا کیا حال ہوگا بلکہ یہ ہے کہ جو کام ہمارے سپرد ہے اسے اس طریق پر چلائیں کہ خدا کو کہہ سکیں کہ اگر بعد میں آنے والے احتیاط سے کام لیں تو تباہ نہ ہوں گے۔ پس مجھے آئندہ کی فکر ہے اور میری نظر آئندہ پر ہے کہ ہم آئندہ کے لئے بنیاد رکھیں۔ جس کی نظر وسیع نہیں اسے تکلیف نظر آرہی ہے۔ مگر اس کی آئندہ نسل ان لوگوں پر جو یہ بنیادیں رکھیں گے درود پڑھیگی ...... وہ

زمانہ آئے گا۔ جب خدا ثابت کردیگا
کہ اس جماعت کے لئے یہ کام بنیادی
پتھر ہے۔"

مجلس شوریٰ کا قیام خلافتہ" ایک مذہبی حیثیت
رکھتا تھا اور دنیوی پارلیمینٹوں اور ہم شکل مجالس
کو اس روحانی ادارے سے سوائے ظاہری مشابہت
کے اور کوئی نسبت نہ تھی۔ آپ نے مجلس مشاورت
کے اغراض و مقاصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالےٰ نے آج اپنے فضل سے
ہمیں پھر توفیق دی کہ ہم ساری دنیا
سے اختلاف رکھتے ہوئے آج اس
لئے جمع ہوئے ہیں کہ باقی دنیا کو جو
اپنی مادی ترقی کے لئے مشورے کرتی
اور دنیوی ترقی کے لئے اپنے دماغوں
کو خرچ کرتی ہے۔ دین کی دعوت دیں
اور روحانیت کی طرف متوجہ کریں
باقی دنیا صرف دنیا کے لئے جدوجہد
کر رہی ہے۔ لیکن ہم خدا کے فضل
سے اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ وہ
نور، وہ ہدایت اور وہ صداقت
جو اللہ تعالےٰ نے دنیا کی ہدایت
کے لئے بھیجی ہے۔ اس کی ترقی کے
لئے کوشش کریں۔ اس کی اشاعت
کے لئے غور کریں۔ اور اسے پھیلانے
کے لئے تجاویز سوچیں اور ان کے
ضمن میں جو مادی، تمدنی اور سیاسی
باتیں پیدا ہوں ان پر غور کریں۔
لیکن اس لئے نہیں کہ اپنی ذات
کے لئے کچھ حاصل کریں بلکہ اس لئے
کہ ساری دنیا کو فائدہ پہنچائیں کیونکہ
کوئی جماعت ایسی نہیں ہو سکتی
جس کے کسی کام کی غرض محض اپنی ذات کو
فائدہ پہنچانا ہو بلکہ اس کی ہر کوشش
اور ہر کام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ
دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ دوسروں
کی مشکلات کو دور کرے اور دوسروں
کی بہتری اور بھلائی مدنظر رکھے ۔۔۔ پس
ہم بھی اگر جماعت بننا چاہتے
ہیں ہماری تمام کوششیں اور تدبیریں
ایسی ہونی چاہئیں کہ ان سے سب
دنیا کو فائدہ پہنچے۔ قطع نظر اس کے
کہ کوئی احمدی ہو یا غیر احمدی مسلم ہو
یا غیر مسلم سب کی خدمت اور سب
کی بھلائی ہمارا فرض ہے کیونکہ مومن
سب دنیا کا خدمت گذار ہوتا ہے۔
پس یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے
کہ جب دوسرے لوگ اس لئے جلسے
کرتے ہیں کہ چھینا جھپٹی کرکے خود فائدہ
اٹھائیں، ہم اس لئے جمع ہوتے ہیں
کہ دنیا میں امن قائم کریں۔ راستی اور

انصاف پر دنیا کو قائم کریں۔ پس
ساری دنیا ہماری مخاطب ہے اور
ہم ساری دنیا کی خدمت کرنے
والے ہیں اور یہ ہم پر اللہ تعالیٰ
کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے"[۵]

۱۹۲۲ء کی یہ مجلس مشاورت جو ایک باقاعدہ ادارہ کی پہلی کڑی تھی۔ جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ بالخصوص حضرت المصلح الموعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کا افتتاحی خطاب جس میں آپ نے مجلس شوریٰ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ اسلامی طریق مشاورت آداب شوریٰ، رائے دہندہ کے فرائض۔ ایجنڈے پر غور کا طریق اور شوریٰ کے فیصلے اور ان کی حیثیت کو بیان فرمایا ہے۔ آپ کی یہ افتتاحی تقریر جماعت احمدیہ کے نظام شوریٰ کے لئے بلاشبہ ایک چارٹر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز وہ تدبر اور علم و عرفان کا ایک بہتا ہوا دریا ہے اور حضور کی ان استعدادوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو ایک عظیم مصلح میں بدرجہ اتم پائی جانی چاہئیں۔

ہم آپ کو باقاعدگی کے ساتھ رسالہ "خالد" بھجواتے ہیں لیکن بسا اوقات آپ کو نہیں ملتا تو آپ خط لکھ کر دوبارہ منگوا لیں۔ (مینیجر خالد ربوہ)

۵۔ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۱-۲۔

غزل

جناب مبشر احمد صاحب راجیکی۔ ربوہ

لے کے بیٹھے ہیں ڈھیر ہیروں کے
کیا نصیبے ہیں ان فقیروں کے

بحر کی وسعتیں وہ کیا جانیں
جو شناور ہیں آبگیروں کے

کون ڈھونڈے بہشت کی راہیں
بجھ چکے ہیں دیئے ضمیروں کے

تو نے ہاتھوں سے کیوں کماں رکھ دی
ہم تو عادی ہیں ایسے تیروں کے

اس کڑے وقت میں یہ خندہ لبی
حوصلے دیکھ ان فقیروں کے

نہ سہی اور کچھ دعا ہی سہی
دل تو آزاد ہیں اسیروں کے

ہم سے پوچھو حدودِ مہر و وفا
ہم ہیں باسی انہی جزیروں کے

اس کی رحمت نے کیا [illegible]
عیب ڈھانپے ہیں عیب گیروں کے

حسنِ معنی بھی چاہیئے ورنہ
لفظ انبار ہیں لکیروں کے

وہ مبشر پتے کی کہتے ہیں
ہم ہی قائل نہیں شمیروں کے

جماعت احمدیہ کی
پہلی مجلس مشاورت

:- مولانا دوست محمد صاحب شاہد ربوہ :-

تحریک احمدیت میں فرمانِ ربانی
"شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ"
کے مطابق مجلس مشاورت کا موجودہ بابرکت عالمی نظام تقریباً انسٹھ (۵۹) سال قبل معرض وجود میں آیا۔ جبکہ سیدنا حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے ۱۹۲۲ء میں مجلس مشاورت کی بنیاد رکھی۔ پہلی مجلس مشاورت ۱۵، ۱۶۔ اپریل ۱۹۲۲ء کو (بروز ہفتہ و اتوار) تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے وسیع ہال میں منعقد ہوئی۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ زائرین کے لئے بالائی منزل مخصوص تھی۔ کُل ۸۲ نمائندوں نے شرکت فرمائی۔ جن میں سے ۵۰ بیرونی اور ۳۲ مرکزی تھے۔ ۱۹۲۲ء کے مرکزی نمائندگان میں سے حضرت مولوی محمد الدین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ بفضلہ تعالیٰ کرم سے زندہ ہیں (آنجناب [illegible]) آپ ان دنوں ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) کے ایڈیٹر تھے۔ بیرونی نمائندگان میں سے اس وقت صرف ایک بزرگ بقید حیات ہیں یعنی حضرت مرزا [illegible] ایڈووکیٹ صوبائی امیر پنجاب۔ محترم مرزا عبدالحق صاحب ان دنوں شملہ میں مقیم تھے۔ آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ۱۹۲۱ء کی مشاورت کے سوا جبکہ آپ آنکھ کے آپریشن کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے ۱۹۲۶ء سے لے کر اب تک مشاورت میں مسلسل نمائندگی کے فرائض انجام دیتے آ رہے ہیں۔

—— (۲) ——

یہ مشاورت چونکہ اپنی نوعیت کی پہلی مشاورت تھی جو براہ راست خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر منعقد ہوئی تھی اس لئے حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اپنے افتتاحی خطاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس کے اغراض، زمانہ نبوی میں مشورہ کے طریق، مشورہ کے فوائد، مجلس شوریٰ کے نظام، سب کمیٹیوں کے طریق عمل وغیرہ امور پر تفصیلی طور پر نہایت [illegible] روشنی ڈالی نیز نمائندگان [illegible] دیے [illegible] مشعل راہ [illegible] کام [illegible]

(۱) ہر شخص دعا کرے کہ الٰہی میں تیرے لئے آیا ہوں۔ تو میری راہنمائی کر۔ کسی معاملہ میں میری نظر ذاتیات کی طرف نہ پڑے۔ میری نیّت اور رائے درست اور تیری منشاء کے ماتحت ہو۔

(۲) رائے دیتے وقت صرف یہ امر مدّ نظر ہو کہ جو سوال درپیش ہے اس کے لئے کون سی بات مفید ہے

(۳) جذبات کی بجائے ہمیشہ واقعات کو مدّنظر رکھنا چاہیئے

(۴) یہ بات بھی مدّ نظر رکھنی چاہیئے کہ ہماری تجاویز نہ صرف غلط نہ ہوں بلکہ غیروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ مؤثر ہوں۔

(۵) کوئی شخص بھی بات کو محض دہرانے کے لئے کھڑا نہ ہو ہر شخص اپنا وقت بھی بچائے اور دوسروں کا وقت بھی ضائع نہ کرے۔

ان قیمتی ہدایات کے بعد حضور نے مشورہ طلب امور کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"میری طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ میں بھی سوچتا رہتا ہوں کہ کون سا کام کریں جس سے دنیا میں ہدایت پھیلے اور بعض دفعہ کوئی تجویز ایسی خوبصورت معلوم ہوتی ہے کہ اس پر عمل کرنے کے لئے میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ دفعہ وہ دن یاد ہوں جبکہ ... تبھی

ایک ھیرا

میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اسکی اس قدر قیمت ہے کہ اگر اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا چاندی ہے وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا!

(اربعین ۲ صفحہ ۲)

کا قدم آگے نہ ہو میرے لئے دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی کام نیا جاری ہو...... میری نظر اس بات پر پڑ رہی ہے کہ ہماری جماعت نے آج ہی کام نہیں کرنا بلکہ ہمیشہ کرنا ہے۔ دنیا کی انجمنیں ہوتی ہیں جو یہ کہتی ہیں آج کام کر کے دکھا دو اور لوگوں کے سامنے رپورٹ پیش کر دو۔ مگر میں نے رپورٹ خدا کے پیش کرنی ہے اور خدا کی نظر اگلے زمانوں پر بھی ہے اس لئے مجھے یہ فکر ہوتی ہے کہ آج جو کام کر رہے ہیں یہ آئندہ زمانہ کے لئے بنیاد ہو...... پس مجھے آئندہ کی فکر ہے اور میری نظر آئندہ پر ہے کہ ہم آئندہ

کے لئے بنیادیں رکھیں جس کی نظر وسیع
نہیں اسے تکلیف نظر آ رہی ہے۔ مگر
اگلی نسل ان لوگوں پر جو بنیادیں رکھیں
گے درود پڑھیں گی ...... چنانچہ
وہ زمانہ آئے گا جب خدا ثابت کر دے
گا کہ اس جماعت کے لئے یہ کام بنیادی
پتھر ہیں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۹، ۲۰)

——(۳)——

حضور نے اس مشاورت میں آٹھ سب کمیٹیاں
مقرر فرمائیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

سب کمیٹی تالیف و اشاعت (صدر حضرت
چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے ناظر
تالیف و اشاعت)

سب کمیٹی امور عامہ (صدر حضرت خان صاحب
ذوالفقار علی خان صاحب)

سب کمیٹی تعلیم و تربیت (صدر حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب)

سب کمیٹی لنگر خانہ و جلسہ سالانہ (صدر حضرت
سید میر محمد اسحٰق صاحب)

سب کمیٹی مال (صدر حضرت مولوی عبدالمغنی خان
صاحب)

ان سب کمیٹیوں کی رپورٹیں پیش ہوئیں۔ حضور
نے تفصیلی مشورہ کے بعد متعدد پیش کردہ تجاویز کی
منظوری بھی عطا فرمائی اور قیمتی مشوروں سے بھی
نوازا۔ یہ مشاورت ۱۵ اپریل بوقت ۹ بجے صبح
شروع ہوئی اور اگلے دن سوا دو بجے شب دعا
پر اختتام پذیر ہوئی۔ اس مشاورت کے سیکرٹری
حضرت مولانا رحیم بخش صاحب (عبدالرحیم صاحب درد)
تھے۔ اور اس کی کارروائی کو ضبط تحریر میں لانے
کا شرف محترم منشی غلام نبی صاحب بلانوی ایڈیٹر
"الفضل" کو حاصل ہوا۔ اور اس کو مرتب کرنے
میں حضرت منشی محمد دین صاحب (والد ماجد مولانا
شیخ مبارک احمد صاحب امام مسجد فضل لندن) اور
حضرت منشی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی نے بہت
محنت و کاوش کی۔ فجزاھم اللہ تعالےٰ۔

——(۴)——

اس پہلی مشاورت کی رپورٹ حضرت
مولوی رحیم بخش صاحب (عبدالرحیم درد) پرائیویٹ
سیکرٹری نے مرتب کر کے وزیر ہند پریس امرتسر میں
چھپوائی اور اس کے دیباچہ میں لکھا:۔

"یہ مشاورت اصل میں شَاوِرْهُمْ
کی ایک لطیف تفسیر ہے اور تمام جماعت
میں احدیت کی روح پھونکنے کا
ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ سلسلہ کی
ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس
کرانے اور ان کے سرانجام دینے کا
طریق سکھانے اور اتحاد اور انتظام
کے قائم رکھنے کی ایک بہترین سبیل
ہے۔"

-(۵۱)-

مشاورت ۱۹۲۲ء میں حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے جماعت کی دینی تعلیم کے لئے یہ تجویز فرمائی تھی کہ "سال میں ایک مہینہ قرآن کریم کا درس دیا جائے گا جس میں بیرونی جماعتوں کے اصحاب شامل ہو کر قرآن کریم سیکھیں اور پھر اپنے مقامات پر جا کر درس جاری کریں"۔ چنانچہ اس کے مطابق حضور نے اسی سال اگست میں قرآن کریم کے دس پارے کا درس دیا جس میں مقامی اور بیرونی احباب شامل ہوئے۔

(رپورٹ مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۶۳)

بالآخر یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے ۱۹۲۲ء کی شوریٰ میں بتایا تھا کہ شوریٰ کے فیصلے اور تمام تر کارروائی مستقبل میں قائم ہونے والی عالمگیر اسلامی نظام کے لئے سنگِ بنیاد بننے والی ہے اور اسی پر دنیا کا آئندہ نظام استوار ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ۔

اسی لئے حضور نے ۱۹۲۸ء میں نمائندگان شوریٰ کے سامنے ارشاد فرمایا:۔

"آج بے شک ہماری یہ مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی۔ مگر وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمنٹوں کے ممبروں کو وہ درجہ حاصل نہ ہوگا جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصل ہوگا کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمنٹیں آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری بہت بڑی عزت ہے اور اتنی بڑی عزت ہے کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی تو وہ بھی فخر کرتا اور وہ وقت آئے گا جب بادشاہ اس پر فخر کریں گے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۵)

جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ

قواعد و ضوابط کے آئینہ میں

مرتبہ۔ منصور احمد عارف

(اس مضمون کی بنیادی ماخذ اخبار الفضل، رپورٹس شوریٰ اور سوانح فضلِ عمر کی جلد دوم غیر مطبوعہ ہیں)

مجلسِ شوریٰ کی غرض اور دائرہ کار:۔

قرآنِ حکیم کے ارشاد اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعمیل میں جماعت احمدیہ میں مجلس شوریٰ ایک منظم صورت میں قائم ہے۔ تا دینی، اہلی اور ملی مسائل کے حل کے لئے باہم مشورہ کیا جا سکے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی جماعت کی صحیح راہنمائی کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے اور جماعت سید ھے راستہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو سکے۔ اس مجلس میں مندرجہ بالا اغراض کے لئے اصولی امور طے کر کے قوانین مرتب کئے جاتے ہیں اس کے دائرہ کار سے متعلق رپورٹ شوریٰ نمبر ۲۴ میں یہ درج ہے کہ — "اس مجلس کے سپرد......

دوسرا کام سالانہ بجٹ کے متعلق اصولی مشورہ دینا، قوانین کے متعلق مشورہ دینا، انتظامی کارکنوں کے کام کی پڑتال سب کمیٹیوں کے ذریعہ کرنا ہوگا۔ انتظامی کارکن بحیثیت عہدہ اس کے ممبر ہوں گے اور چونکہ یہ صرف مجلس شوریٰ ہوگی۔ وقتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیفۂ وقت اس میں اور لوگوں کو بھی مشورہ کے لئے شریک کر سکتے ہیں"

(رپورٹ شوریٰ نمبر ۲۴)

یاد رہے کہ اس مجلس میں شامل نمائندگان فیصلہ جات نہیں کرتے بلکہ خلیفۂ وقت کی خدمت میں صرف مشورے پیش کرتے ہیں پھر فیصلہ آپ خود فرماتے ہیں۔

مجلس شوریٰ کا منصب:۔

مجلس شوریٰ کا منصب اور جماعتی نظام میں اس کا کیا مقام ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے فرمایا:۔

> وقت نے اپنے کام کے دو حصے کئے ہوئے ہیں۔ ایک حصہ انتظامی ہے اس کے عہدیدار مقرر کرنا خلیفہ کا کام ہے دوسرا حصہ خلیفہ کے کام کا اصولی ہے اس لئے وہ مجلس شوریٰ کا مشورہ لیتا ہے۔ پس جس طرح منتظمین انتظامی کاموں میں خلیفہ کی ایسی ہی جانشین ہے جیسے مجلس شوریٰ اصولی کاموں میں خلیفہ کی جانشین ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۰ء)

ایجنڈے کی ترتیب:۔

مجلس مشاورت میں جو ایجنڈا پیش ہوتا ہے اس کی ترتیب کا طریق کار یہ ہے کہ مختلف جماعتیں یا افراد اپنی تجاویز دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ارسال کر دیتے ہیں۔ یہ تجاویز پرائیویٹ سیکرٹری صاحب (جو کہ عموماً سیکرٹری شوریٰ بھی ہوتے ہیں) صدر انجمن احمدیہ میں بھجوا دیتے ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ ان پر غور کر کے اپنی رائے کے ساتھ امام وقت کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اس کے بعد خلیفہ وقت کی منظوری سے ایجنڈا ترتیب دیا جاتا ہے اور "رد" شدہ تجاویز مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں پڑھ کر سنا دی جاتی ہیں اور ساتھ کے ساتھ ان کے رد کی وجہ بھی بتلائی جاتی ہے۔ اور مطبوعہ ایجنڈا تمام جماعتوں میں مجلس شوریٰ سے قبل بھجوا دیا جاتا ہے۔

نمائندگی:۔

شوریٰ کی ابتداء میں ممبران مجلس مشاورت ایسے نمائندگان پر مشتمل ہوتے تھے جنہیں مقامی جماعتیں اپنے میں سے صائب الرائے سمجھ کر یا کسی ایسے فن کا ماہر دیکھ کر جس پر بحث مطلوب ہو منتخب کر لیتی تھیں لیکن تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ جب جماعت کی تعداد بڑھ گئی اور مجلس مشاورت کے متعلق دلچسپی میں بھی نمایاں اضافہ ہو گیا تو ضروری سمجھا گیا کہ تعداد نمائندگان کی حد بندی کی جائے۔

اس حد بندی کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ایک	تا	۵۰	احمدیوں میں سے	۲ نمائندے
۵۱	"	۱۰۰	" " " "	۳ "
۱۰۱	"	۲۰۰	" " " "	۴ "
۲۰۱	"	۵۰۰	" " " "	۶ "
۵۰۱	"	۱،۰۰۰	" " " "	۸ "
۱۰۰۱	سے	زائد	پر " " " "	۱۲ "

نوٹ:۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۷۶ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر ارشاد فرمایا:۔

"ایک چوتھائی نمائندگی تیس سال سے کم عمر والوں کی ہونی چاہیئے"

(الفضل ۱۰ فروری ۱۹۸۱ء)

منتخب نمائندوں کے علاوہ تمام جماعتوں کے امراء بحیثیت اپنے عہدے کے اس مجلس کے ممبر ہوتے ہیں اور حضرت اقدس کے   کو بھی بحیثیت نمائندگی کا حق دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مرکزی تنظیمات کو بھی مجلس مشاورت میں بحیثیت عہدیدار مختلف شعبوں کی نمائندگی کا حق دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں   وقت بعض ایسے صائب الرائے اور اہل علم دوستوں اور بزرگوں کو براہ راست دعوت بھی بھیجتے ہیں۔ جنہیں آپ ذاتی طور پر جانتے ہیں اور جن کی شمولیت آپ کے نزدیک کسی پہلو سے مفید ہو سکتی ہے۔

نوٹ:۔ منتخب نمائندگان انتخاب کے بعد آئندہ سال کے انتخاب تک نمائندہ شمار ہوتے ہیں۔

عورتوں کی نمائندگی:۔

ابتداء میں مستورات کی آراء معلوم کرنے کا کوئی علیحدہ انتظام نہ تھا۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے یہ ضرورت محسوس کرتے ہوئے یہ طریق کار وضع فرمایا کہ لجنات اپنی اپنی رجسٹریشن کروا کر حضور سے منظوری لیں۔ پھر انہیں مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھیجا جائے گا۔ اور وہ اس سے متعلق اپنی آراء دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بھجوایا کریں جن کو فیصلہ کرتے وقت مدنظر رکھا جایا کرے گا۔ ۱۹۴۱ء تک یہی طریق رہا۔ مگر اس طریق کے نقائص کا احساس ہوا۔ پھر حضور نے اس میں تبدیلی کر دی۔ اور لجنہ کا ایک نمائندہ باقاعدہ مجلس میں شامل ہونے لگا جس کو لجنات اپنی آراء پہنچا دیتیں اور وہ مجلس مشاورت میں ہر موقع پہ لجنات کی رائے پیش کرتا چلا جاتا۔ اور اب تک یہی طریق رائج ہے۔ بلکہ لجنات کی نمائندگان بھی پردہ میں بیٹھ کر شوریٰ کی کاروائی سنتی ہیں اور اپنی آراء اپنے نمائندہ کو بھجوا دیتی ہیں

نمائندگان شوریٰ کے لئے شرائط:۔

اس میں ایسا پختہ ایمان احمدی نمائندہ آنا چاہیئے جو سلسلہ کے فائدہ کے لئے اپنے ماں باپ کی بات بھی سننے کے لئے تیار نہ ہو۔ نیز تقویٰ، دیانت اور عبادت کے اعلیٰ معیار پہ قائم ہو۔

نیز ایسے نمائندہ نماز کی التزام کے ساتھ پابند

نہ کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، ناجائز افراد اور اعتراض کرنے والے اور ایسے دوستوں کو جو معاملات کے اچھے نہ ہوں منتخب کرنا جماعت کی جڑ پہ تبر رکھنے کے مترادف ہے۔

(ماخوذ۔ رپورٹ شوریٰ نمبر ۴۰)

اسی طرح ایسے افراد کا انتخاب ہونا چاہیئے جو قیام وحدت اور اجتماع کلمہ اور ملی فرائض کی بجا آوری کے لئے ایک شخص کے ہاتھ پہ بیعت کرنے پر یقین رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ بنیادی طور پر نمائندہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو باشرح اور باقاعدہ چندہ دینے والا ہو اور اس کے ذمہ کوئی بقایا نہ ہو۔

حاضری کا معیار:۔

مجلس مشاورت کے کورم کے متعلق توقع یہ کی جاتی ہے کہ سو فیصد نمائندگان حاضر ہوں اور مسلسل حاضر رہیں اور وقت کی پابندی اتنی ہو کہ امام وقت یا ان کے نمائندہ کے آنے سے قبل تمام نمائندگان اپنی اپنی نشستوں پہ موجود ہوں۔ حاضری کی ایسی تعداد وجود دنیا کی کسی دوسری مجلس میں قابل فخر سمجھی جاتی ہے۔ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کے نزدیک یہ قابل افسوس شمار ہوتی تھی۔ مثلاً ایک موقع پہ حاضری کی کمی پہ اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کل ۳۲۴ نمائندے مجلس میں شامل ہوئے اور اس وقت صرف ۱۸۱ موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ جتنے ممبران کے نام ٹکٹ جاری کئے گئے تھے وہ سارے کے سارے اجلاس میں موجود نہیں اور یہ افسوسناک امر ہے میرے نزدیک جو ممبران شوریٰ اس وقت اجلاس میں حاضر نہیں ان کا پتہ لگایا جائے کہ وہ کون کون ہیں اور انہیں آئندہ کے لیے شوریٰ کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے۔ وہ گھر سے شوریٰ میں شامل ہونے کے لیے آئے ہیں لیکن اجلاس میں وہ حاضر نہیں ہوئے۔ میں بیماری کے باوجود شوریٰ میں شامل ہونے کے لیے سنوا میل (حضور ان دنوں نخلہ میں قیام فرما تھے) سے چل کر آیا ہوں اور یہ لوگ ربوہ میں موجود ہونے کے باوجود یہاں حاضر نہیں ہوئے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۲)

سب کمیٹیوں کی تشکیل :-

مجلس شوریٰ کے افتتاحی اجلاس میں حضور ایدہ اللہ کے افتتاحی خطاب کے بعد ایجنڈا کی ہر تجویز کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کر دی جاتی ہے۔ جو اپنے سپرد تجویز پر اپنے علیحدہ اجلاس میں غور کرتی ہے اور بحث و تمحیص کے بعد جس نتیجہ پر اس کمیٹی کے ممبران پہنچتے ہیں، اسے شوریٰ کے اجلاس میں پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد ممبران شوریٰ اس پہ عام بحث کرتے ہیں۔

سب کمیٹی کی تشکیل ممبرانِ شوریٰ کے مشورہ کے ساتھ صدر اجلاس کرتے ہیں۔ اس میں پاکستان بھر کی جماعتوں سے نمائندگان لئے جاتے ہیں۔

سب کمیٹی کے ممبران کے نام پیش کرنے کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے شوریٰ کو حسب ذیل ہدایات دیں:-

"سب کمیٹیوں کے لئے ایسے آدمی کا نام پیش کرنا چاہیئے جو اس کا اہل ہو۔ یہ ضروری ہے۔ جس فن کے متعلق کسی کا نام پیش کریں، وہ اسے سمجھتا ہو، اگر مالی معاملہ ہو تو ایسی دوست کا نام تجویز کیا جائے جو وسعت معلومات بھی رکھتا ہو اور اپنے علاقہ کے حالات اور چندہ کی وصولی وغیرہ کا اسے تجربہ ہو یا چندوں کے حصول میں جو دقتیں پیش آتی ہیں ان کو دور کیا ہو، یا وہ ذرائع جو جماعت کی ترقی کے لیے اختیار کرنے ضروری ہیں۔ ان سے آگاہ ہو۔ پھر یہ بھی مدنظر رہے کہ ایسے نمائندے ہوں جو پاکستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں کمیٹیوں میں ضرور آنے چاہئیں، گویا بنگال، کراچی، سندھ، بلوچستان، کشمیر، سرحد، بہاولپور، پنجاب آنے

صوبے ہیں۔ آٹھ صوبوں کی نمائندگی
ہونی چاہیئے۔ پنجاب کی جماعتیں
چونکہ زیادہ ہیں اس لئے لازماً
ان کی نمائندگی بھی زیادہ ہوگی
مگر ایسے آدمی آنے چاہئیں جو
ہمیں زیادہ سے زیادہ مدد دے
سکیں۔"

(رپورٹ شوریٰ ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۵)

سب کمیٹی میں بعض لوگ دوسروں کو کہتے
کہ ہمارا نام پیش کرو۔ مگر حضرت مصلح موعود
(اللہ آپ سے راضی ہو) نے اس امر کو سخت معیوب
قرار دیا اور اسے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ تاہم
آپ نے یہ وضاحت بھی فرمائی کہ اگر کوئی دوست
یہ سمجھتے ہوں کہ وہ کسی سب کمیٹی میں مفید ہو سکتے
ہیں تو وہ دوست خود اپنا نام پیش کردیں تو یہ
کوئی معیوب بات نہیں۔

فیصلوں کا طریق:-

مجلس شوریٰ میں سب کمیٹیوں کی رپورٹس
(Reports) پیش ہونے کے بعد ممبران شوریٰ کو
دعوت عام دی جاتی ہے کہ وہ اس سے متعلق
اپنی اپنی آراء پیش کریں۔ نہ صرف حاضرین مجلس کو
اظہار رائے کی اجازت دی جاتی ہے۔ بلکہ بعض
اوقات ایسے دوستوں کو جو خاموش طبع ہوں اور
مجلس میں خطاب سے جھجکتے ہوں لیکن صائب الرائے
اور وسیع ہوں، امام وقت خود بلوا کر اظہار رائے
کی ترغیب دیتے ہیں پھر اس بات کو بھی ملحوظ رکھا
جاتا ہے کہ کوئی اہم مشورہ میں شمولیت سے محروم
نہ رہ جائے۔ بعض اوقات دیہاتی نمائندوں کو
خاص طور پر بلوا کر ان کی آراء لی جاتی ہیں، بعض
اوقات شہری یا قصباتی نمائندوں کو کبھی تجار کو بلوایا
جاتا ہے۔ کبھی اہل حرفت دوستوں کو، کبھی وکلاء،
کبھی ڈاکٹروں کو، کبھی اساتذہ کو۔ نام لے لے کر رائے دینے
کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اگر پابندی ہے تو صرف
اتنی کہ اخلاق کی حدود سے کوئی تجاوز نہ کرے اور
ذاتیات میں نہ اُلجھے ــــــ اس بحث کے خاتمہ پر
اگر ضرورت ہو تو ممبران کی رائے شماری کروائی جاتی
ہے۔ جس کے بعد امام وقت مبحث فیہ سے متعلق
فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔

امام وقت کا فیصلہ:-

امام وقت اکثریت کی رائے کو بالعموم منظور
فرما لیتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو جماعت احمدیہ کے اس
روحانی نظام کو دنیاوی پیمانوں سے جانچتے ہیں۔
اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر امام وقت
کو آراء رد کرنے کا آخری اختیار حاصل ہے تو ایسے
مشورہ کا فائدہ ہی کیا اور اس طریق کو محض ایک
پردہ سمجھتے ہیں جو گویا آمریت کو چھپائے ہوئے
ہے۔ ان کے لئے مشاورت جماعت احمدیہ کی کارروائی
کا مطالعہ یقیناً آنکھیں کھولنے کا باعث بن سکتا ہے

وہ حیرت سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے کہ امامِ وقت ۹۹ فیصدی سے زائد مرتبہ کثرت رائے کی تائید کرتے ہیں اور جب اختلاف کرتے ہیں تو ایسے قوی دلائل اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ کثرت رائے ہی نہیں تمام مجلس بالاتفاق ان کی رائے کی فضیلت کی قائل ہو جاتی ہے۔ گویا یہ ایک ایسی مجلس مشاورت ہے جس کا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو مشورہ کو قبول یا رد کرنے کا اختیار رکھنے والا عوامی نمائندوں کی آراء سے متفق ہو یا عوامی نمائندے بشرح و قلب اس فیصلہ کرنے والے کے فیصلہ سے مطمئن ہوں۔ دنیا کے پردہ پر ایسے عظیم طوعی اتفاقِ فکر و نظر کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔

مزید برآں تربیت یہ کی گئی ہے اور واقعۃً اس طریق کار پر سو فیصدی عمل بھی ہے کہ جن دوستوں کی آراء کو کثرت رائے نے رد کر دیا ہو وہ آخری فیصلہ کے بعد عملدرآمد کے وقت اپنی رائے کو اتنی بھی اہمیت نہیں دیتے جو ردی کی ٹوکری میں پھینکے ہوئے ایک کاغذ کے پرزے کو ہو سکتی ہے بلکہ بلا استثناء اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ کثرت رائے کے اس فیصلہ پر بشرح صدر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ جسے خلیفۂ وقت کی منظوری حاصل ہو۔

سنہری اصول :-

سمتِ فکر کو ٹھوکروں سے بچانے کیلئے جو سب سے شاندار اسلامی اصول حضرت مصلح موعود رحمہ اللہ آپ سے راضی ہو، نے جماعت کو ذہن نشین کروایا وہ یہ تھا کہ رائے دیتے وقت محض تقویٰ اللہ کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

دیگر حاضرین کی رائے کا لحاظ تو در کنار آپ کا مؤحدانہ مسلک تو یہ تھا کہ آخری فیصلہ سے قبل خود امامِ وقت کی رائے کے باوصف بھی اپنے ذاتی مشورہ کو تبدیل نہ کیا جائے۔ محض للہ ایسی رائے دی جائے جو مشورہ دینے والا دیانتداری کیساتھ رکھتا ہو۔ ایک مرتبہ اسی طرزِ فکر کو تقویت دینے کی خاطر آپ نے ایجنڈے میں اپنی طرف سے بھی ایک تجویز رکھی اور جب یہ دیکھا کہ بعض مخلصین محض اس لئے اس تجویز کی تائید کر رہے ہیں کہ وہ امامِ وقت کی طرف سے ہے تو آپ نے اپنے مدعا کو واضح کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی :-

"میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ محض اس خیال سے کہ کوئی تجویز میری طرف سے ہے اس پر غور نہ کرنا اور یہ سمجھ لینا کہ جو تجویز خلیفہ کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس میں مزید برکت ہو گی۔ ہمیں اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ درست نہیں۔ دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ بحیثیت مشیر آپ لوگوں

مشہور مفکر برٹرنڈرسل نے انسان کے مستقبل کے بارہ میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ موجودہ صدی عیسوی کے خاتمہ سے قبل مندرجہ ذیل تین صورتیں واقع ہو سکتی ہیں۔

(۱) پہلی صورت تو زمین پر انسانی زندگی کا مکمل خاتمہ ہے۔

(۲) دوسری صورت بنی نوع انسان کا جہالت اور عدم تہذیب کی طرف لوٹنا ہے۔

(۳) آخری صورت دنیا میں حکومت واحدہ قائم ہونے کی ہے جس کی تمام جنگی ہتھیاروں پر اجارہ داری ہو گی۔

(Unpopular Essays)

کا فرض ہے کہ دیانتداری کے ساتھ تجاویز پر غور کریں اور اگر سمجھیں کہ کسی تجویز میں نقائص ہیں یا اس پر عمل کرنے سے سلسلہ کو نقصان ہو گا یا مشکلات میں اضافہ ہو گا تو دلیری کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰۹)

مجلس شوریٰ کے فوائد :-

حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے پہلی مجلس شوریٰ کے افتتاحی خطاب میں

شوریٰ کے مندرجہ فوائد بیان فرمائے :-
(۱) کئی نئی تجاویز سوجھ جاتی ہیں۔
(۲) مقابلہ کا خیال نہیں ہوتا۔ اس لئے لوگ صحیح رائے قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
(۳) یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ باتوں باتوں میں کئی باتیں اور طریق معلوم ہو جاتے ہیں
(۴) باہر کے لوگوں کو کام کرنے کی مشکلات معلوم ہوتی ہیں۔
(۵) خلیفہ کے کام میں سہولت ہو جاتی ہے۔ وہ بھی انسان ہوتا ہے اسکو بھی دھوکہ دیا جا سکتا ہے اسطرح معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگوں کا رجحان کدھر ہے۔

ملاقاتیں

انٹرویو .... نعمت اللہ بشارت

۱۔ حضرت مولوی محمد الدین صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ

حضرت مولوی محمد الدین صاحب صحابی حضرت اقدس ۱۹۲۲ء میں منعقد ہونے والی پہلی مجلس مشاورت میں شریک ہونے والے مرکزی نمائندگان میں سے آخری زندہ وجود ہیں۔ آپ ایم اے علیگ ہیں اور ابتداء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں علاوہ ازیں آپ نے امریکہ میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ ناظر تعلیم بھی رہے ہیں۔ اور اب ایک لمبے عرصہ سے صدر، صدر انجمن احمدیہ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی خدمت میں خاکسار شوریٰ سے متعلق گفتگو کے لئے حاضر ہوا۔ مگر آپ کی مسلسل علالت کی وجہ سے خاطر خواہ استفادہ نہ کر سکا۔ میں نے اس بارہ میں آپ سے استفسار کیا تو آپ نے حافظہ پر زور دیتے ہوئے سوچا اور پھر فرمانے لگے کہ چار سال قبل میں مجلس مشاورت میں ہی بیٹھا تھا کہ مجھ پر بیماری کا حملہ ہوا۔ چنانچہ مجھے صدر انجمن کی جیپ میں گھر لایا گیا۔ اور تب سے میں اسی بستر پہ لیٹا ہوا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور اسی حالت میں آپ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کچھ فرمانے لگے۔ غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ "دعا کریں کہ میرا انجام بخیر ہو جائے" قارئین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ محترم مولوی صاحب موصوف کو صحت عطا فرمادے اور آپ کی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہے اور ہم اس سے کما حقہٗ استفادہ کر سکیں۔ آمین۔

۲۔ محترم مرزا عبدالحق صاحب
صوبائی امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ پنجاب

محترم مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر جماعتہائے احمدیہ پنجاب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ اپنے زمانہ طالب علمی سے جماعتی خدمات سرانجام دیتے چلے آ رہے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں جماعت احمدیہ گورداسپور کے صدر منتخب ہوئے۔ پاکستان بننے کے

بعد سرگودھا کے امیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۱ء سے صوبائی امیر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ اس نگران بورڈ کے صدر بھی رہے جو حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے اپنی بیماری کی وجہ سے جماعت کے انتظامی امور کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تھا علاوہ ازیں آپ نے حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کی عدم موجودگی میں حضور کے ارشاد پر مجلس شوریٰ کی صدارت بھی کی ہے۔ خاص طور پر ۱۹۵۴ء اور ۱۹۵۵ء میں جب کہ حضور پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اور آپ زیر علاج تھے خاکسار محترم مرزا صاحب موصوف کے گھر

حاضر ہوا تو آپ نے ازراہ شفقت اسی وقت انٹرویو کے لئے وقت مرحمت فرمایا۔ میں نے آپ سے آپ کی مجلس شوریٰ میں شمولیت کی تاریخ سے متعلق استفسار کیا تو آپ نے بتایا کہ میں بی۔اے کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں شملہ میں ملازم تھا۔ چنانچہ وہیں سے ہی شوریٰ کے نمائندہ کے طور پر منتخب ہوا اور اس طرح سے مجھے سب سے پہلی مجلس شوریٰ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد میں (Law college) میں چلے جانے کی وجہ سے تین سال مشاورت میں شریک نہ ہو سکا اور ۱۹۲۶ء میں حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے مجھے اپنی طرف سے دعوت نامہ

بھیج کر بلایا۔ اور اس وقت سے اب تک شوریٰ میں کوئی ناغہ نہیں ہوا۔ سوائے ۱۹۷۰ء کے جب کہ میں نے آنکھوں کا آپریشن کروایا تھا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

میں نے مجلس مشاورت کے واقعات پوچھے تو فرمانے لگے حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کی شخصیت بڑی ہی عظیم تھی۔ آپ میں بہت رأفت اور ہیبت تھا۔ مثلاً ایک مرتبہ مجھے مالی سب کمیٹی کا صدر بنایا۔ اس وقت ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے مرحوم کو ابھی ناظر کا گریڈ نہیں ملا تھا۔ چنانچہ جب حضور اجلاس سے اٹھ کر جانے لگے تو میں نے حضور کی خدمت میں چلتے چلتے عرض کیا حضور! میں تو سب سے پہلے ملک صاحب کو ناظر کا گریڈ دوں گا۔ اس پر حضور مسکرا دیے اور فرمایا اچھا دے دینا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مجھے سب کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا اور اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے بھی شامل تھے۔ جاتے ہوئے حضور محترم میاں صاحب موصوف کی طرف اشارہ کرکے فرمانے لگے کہ میں نے انہیں صدر اس لئے نہیں مقرر کیا کہ یہ میرے بھائی ہیں لیکن آپ ان کا خیال رکھیں۔ چنانچہ اس سب کمیٹی کا جب اجلاس ہوا تو صدارت اگرچہ میری ہی تھی تاہم صدر کی جگہ پر حضرت میاں صاحب کو ہی بٹھایا۔

آپ نے مزید بتایا کہ اگرچہ میں نے خدا کے فضل سے سینکڑوں تقریریں کی ہیں اور کرتا رہا ہوں لیکن مجلس مشاورت میں حضور کے سامنے کبھی تقریر نہیں کر سکا۔ سوائے شاذ کے۔ جب کبھی کسی سب کمیٹی کا صدر بھی بنایا گیا تو سب کمیٹی کی رپورٹ پڑھ کر سنا دیتا رہا اور بس۔ یہ حضور کے خداداد رعب کا اثر ہے۔

آخر میں آپ نے مجلس شوریٰ کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ جماعت کی تربیت کا بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ نمائندگان جماعتی مسائل کو اپنے مسائل سمجھتے ہیں اور ان کے حل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ذمہ دار جانتے ہیں۔ تفکر اور غور کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور تقریر کا ملکہ بھی۔ بعض نمائندگان کی طرف سے بڑی بڑی عمدہ تجاویز بھی آجاتی ہیں

نفسیات

○ سینکڑوں برس قبل انگریزی کے ایک شہور پوپ نے کہا تھا کہ "انسانوں کا صحیح موضوع مطالعہ فقط انسان ہے"

○ افلاطون نے زندگی کی مثال ایک ایسی گاڑی سے دی ہے جسے منہ زور گھوڑے کھینچے لئے جا رہے ہوں۔ ان کی بھاگ دوڑ عقل کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن عقل کی گرفت نہایت ڈھیلی ہے اور جذبات کے گھوڑے زندگی کی گاڑی کو تیز بھگائے لئے جا رہے ہیں۔

بہرحال مشاورت جماعت کی تعلیم اور تربیت کے لئے بہت بڑا ذریعہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

۳۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

(امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد)

مجلس مشاورت کے سلسلہ میں انٹرویو کے لئے خاکسار محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ ضلع فیصل آباد کی خدمت میں ان کے گھر پر حاضر ہوا تو آپ موصوف نے اپنی علالت طبع کے باوجود ازراہ شفقت چند منٹ کے لئے ملاقات منظور فرمالی۔ خاکسار نے سب سے پہلے پوچھا کہ آپ کتنی مرتبہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوئے ہیں آپ نے فوراً جواب دیا کہ ۱۹۲۳ء سے اب تک مسلسل حاضر ہونے کی توفیق ملی ہے۔ الحمدللہ۔ آپ نے اس کے علاوہ یہ بھی بتایا کہ آپ کو ۱۹۱۱ء سے جلسہ سالانہ میں بھی مسلسل شریک ہونے کی توفیق ملی ہے۔ بلکہ تقسیم برصغیر کے بعد ربوہ میں ہونے والے جلسوں کے علاوہ دو مرتبہ قادیان کے جلسوں میں بھی شریک ہونے کی توفیق پائی ہے۔ الحمدللہ

میں نے پوچھا کہ جب آپ بحیثیت صدر کمیٹی یا بحیثیت سیکرٹری اجلاس حضور ایدہ اللہ کے

ساتھ بیٹھتے ہیں تو آپ کے احساسات کیا ہوتے ہیں — فرمانے لگے — بس دعا کرتا رہتا ہوں کہ ہماری تجاویز اگر صحیح ہیں تو قبول ہو جائیں۔ اور مزید بتایا کہ جب سے وقف جدید قائم ہوا ہے اسکے بورڈ کا صدر ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا بجٹ ہر سال بغیر کسی ترمیم کے منظور ہو جاتا ہے۔ اس کمیٹی میں محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم بجٹ منظور ہونے کے بعد آپس میں مذاق کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ اس خوشی میں چائے پلاؤ۔ اور جب مولانا ابوالعطاء صاحب زندہ تھے وہ بھی اس کمیٹی میں شامل ہوتے اور وہ اسی قسم کا مذاق خوب کیا کرتے تھے۔

میں نے پوچھا کہ حضور نے کبھی آپ کو مجلس شوریٰ سے متعلق کوئی خصوصی ارشاد بھی فرمایا ہے — فرمانے لگے — ہرگز نہیں — شوریٰ کے قواعد مرتب شدہ ہیں — بس انہی کے مطابق ہر سال عمل ہوتا ہے — اور حضور نے جو بات کہنی ہوتی ہے وہ مجلس شوریٰ میں ہی فرماتے ہیں — ہمارے ہاں سیاسی رنگ نہیں ہے اور یہی ہماری اس شوریٰ کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔

آپ نے مجلس شوریٰ میں بیرونی ممالک کی نمائندگی کے سوال پر فرمایا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے — اور یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ اسے درخور اعتنا نہ سمجھا جائے — اس کے لئے کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ ایک حد تک ضرور آئیں۔ تاہم جہانتک ان کی نمائندگی کا تعلق ہے — ان کے سامنے بھی فیصلے ہوتے رہیں گے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ نمائندگی میں اصل سوال اخلاص واہلیت اور سلسلہ سے محبت کا ہے اگر یہ ہے تو نمائندگی کا مقصد پورا ہونا مقصود ہے۔ پھر آپ نے مجلس شوریٰ کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مجلس شوریٰ کا مقصد جماعتی مسائل کے حل کے علاوہ نمائندگان کی ذہنی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی ہے چنانچہ شوریٰ کی وجہ سے ہمارا ان پڑھ زمیندار بھی ایسا مشورہ دینے لگ گیا ہے اور ایسے پتے کی کہنے لگا ہے کہ بعض دفعہ پڑھے لکھے سے بھی وہ بات دیکھنے میں نہیں آتی۔

دوسرے اس میں رائے کی قربانی دینا سکھایا جاتا ہے۔ جو ہمارے ایشیائی ممالک میں بالکل مفقود ہے جبکہ یہ بڑی اہمیت کی حامل ہے اور بہت بڑی بات ہے۔ چنانچہ نمائندگان کی اس تربیت کا اثر ساری جماعت پر پڑتا ہے اور ضلعی اور شہری تنظیموں میں یہ بات پیدا ہو رہی ہے کہ مشورہ کرنا ہے مگر اپنی رائے پر ضد اور ہٹ دھرمی نہیں کرنی۔

میں نے پوچھا کہ کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب امام وقت کا فیصلہ حتمی ہے تو آراء بھجوانے اور ان پر بحث کے لئے مجلس مشاورت کی کیا اہمیت اور افادیت ہے؟

فرمانے لگے ہم تجاویز اس لئے نہیں بھجواتے کہ وہی مانی جائیں بلکہ اس لئے کہ ان کو TEST کر لیا جائے کہ ان میں کیا کمی ہے اگر خالص ہوں تو مان لی جائیں۔

اگر کمی ہو تو کمی کو پورا کر لیا جائے اور ان تجاویز کے منظور ہونے سے قبل ان کے نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ اور ایک بات اس میں خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تجاویز نامنظور ہو جاتی ہیں مگر کبھی کسی احمدی کے لب پر حرف شکایت نہیں آتا کہ کیوں بات مانی نہیں گئی بلکہ کسی کے دل میں بھی ذرہ برابر شکایت نہیں پیدا ہوتی اور دنیا کی یہ واحد مجلس ہے جس میں ایسا ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کو مجلس شوریٰ کا کوئی واقعہ یاد ہو تو ۔۔۔ آپ نے چند لمحوں کے لئے ذہن پر زور دیا اور کہنے لگے۔ ایک دفعہ رمضان المبارک دسمبر کے آخری ایام میں آ رہا تھا۔ چنانچہ شوریٰ میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا جلسہ کی تاریخیں بدل دی جائیں یا جلسہ حسب سابق انہی ایام میں ہو۔ بعض کی رائے تھی کہ سردی کے ایام میں ہر روز سحری اور افطاری کے وقت مہمانوں کو کھانا پہنچانا ممکن نہ ہو۔ اس لئے جلسہ کی تاریخیں بدل دینی چاہئیں اس پر سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم جو اس وقت افسر جلسہ سالانہ تھے مائک پر آئے اور بڑی سادگی سے کہنے لگے کہ اس کیلئے یہ دلیل موثر نہیں کہ کھانا نہیں پہنچے گا ۔۔۔ دونوں وقت کھانا پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔ آپ نے بڑے اعتماد سے کہا کہ کھانا وقت پر ہر مہمان کو پہنچ جائے گا ۔۔۔ محترم شیخ صاحب نے کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا ۔۔۔ گو بعد میں شوریٰ نے حضور کی خدمت میں جلسہ کی تاریخیں بدلنے کی ہی

:- نصاب سالانہ مرکزی امتحانات :-

مئی ۱۹۸۱ء کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہونے والے سالانہ مرکزی امتحانات کا نصاب حسب ذیل ہے

	قرآن کریم	حدیث	دیگر کتب
۱۔ مبتدی	پہلا پارہ باترجمہ، آخری تین سورتیں زبانی باترجمہ۔	احادیث الاخلاق (مقدمہ کتاب تا متین مقبول دعائیں)	نماز باترجمہ، کشتی نوح، سیرت حضرت اقدس مسیح موعود، کتابچہ دینی معلومات
۲۔ متقدم	سورۃ فاتحہ تا آل عمران (باترجمہ) سورہ لہب نصر، کافرون زبانی باترجمہ)	احادیث الاخلاق (باب انفاق فی سبیل اللہ تا باب جنت تلواروں کے سائے تلے)	ہم مسلمان ہیں، الوصیت، شمائل احمد۔ کتابچہ دینی معلومات، دستور اساسی۔
۳۔ مقتصد	سورہ انفال کے آخر تک باترجمہ، سورہ الکوثر ماعون، قریش (زبانی باترجمہ)	احادیث الاخلاق (باب شجاعت تا پڑوسی کے حقوق)	ہم مسلمان ہیں، کشتی نوح، برکات الدعا کتابچہ دینی معلومات
۴۔ سابق	سورۃ الانبیاء کے آخر تک (باترجمہ) سورہ الفیل، العصر۔ القارعۃ (زبانی باترجمہ)	احادیث الاخلاق (باب اکرام ضیف تا آخر)	جنگ مقدس، الفلاح تدریسیہ کتابچہ دینی معلومات
۵۔	۔۔۔ کے آخر تک (باترجمہ) سورہ الم نشرح القدر۔ التین (زبانی باترجمہ)	احادیث الاخلاق مکمل	اسلامی اصول کی فلاسفی۔ دعوۃ الامیر الحجۃ البالغہ

(باقی صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو)

سفارش پیش کی مگر اس سے محترم میر صاحب مرحوم اور ان کے ساتھیوں کی تنظیم کی پختگی اور ان کے اعتماد اور یقین کا علم ہوتا ہے۔

اور آخر میں میں نے عرض کی کہ اب اگر آپ کسی پہلو کی وضاحت کرنا مناسب سمجھیں تو۔

فرمانے لگے مشورہ لغت کے لحاظ سے نام ہے پھولوں سے شہد اکٹھا کرنے کا۔ ہم بہت سی آراء بھجتے اور تجاویز پیش کرتے ہیں اور امام وقت ان کو ہموار کرتے ہیں اور ان کا خلاصہ اور لب لباب اختیار کر لیتے ہیں۔ مختلف آراء اور تجربات سے لب لباب نکالنا اور ان کو ہموار کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے اور جماعت میں یہ کام بڑی دانائی سے کیا جاتا ہے ہال میں ایسا سکون اور اطمینان قلب محسوس ہوتا ہے کہ اسے ہی مشاورت کا ماحصل کہنے میں مبالغہ نہیں ۔۔۔ یہ باتیں اس لئے نمایاں ہونی چاہئیں کہ یہ صرف اور صرف ہمارے ملک ہی میں ہیں ورنہ دنیا کی پارلیمنٹوں میں عجیب ماحول ہوتا ہے۔ ہر طرف سے شور اٹھ رہا ہوتا ہے۔ آوازے کسے جاتے ہیں ۔۔۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کو کرسیاں ماری جاتی ہیں کئی واقعات ہیں۔ اس کے بعد محترم شیخ صاحب ہم نے اجازت لی اور واپس چلے آئے۔

محترم مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ

محترم مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ غالباً ۱۹ سال سے یعنی ۶۲ء سے جماعتی نمائندہ کے طور پر مجلس مشاورت میں شریک ہو رہے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے مجلس مشاورت کی ابتداء ۱۹۲۲ء سے جب آپ چھٹی جماعت کے طالب علم تھے مجلس مشاورت میں بطور زائر شریک ہوتے رہے ہیں۔

محترم میاں صاحب ربوہ میں اپنا ایک کارخانہ چلاتے تھے جبکہ ۱۹۶۲ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ آپ سے راضی ہوا کی تحریک پر نگران بورڈ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آپ سے راضی ہوا کی منظوری سے آپ کو جماعتی خدمت کیلئے طلب کیا گیا۔ آپ نے فوراً اس جماعتی ارشاد پر لبیک کہا اور اپنا کارخانہ بند کر کے بطور نائب ناظر امور عامہ جماعتی

کریگا ایک وفا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں کیا موت کے ڈر سے بولے خدا کی قسم نہیں صرف واقعات مابعد الموت کا خوف ہے۔ انہوں نے تسکین دی اور کہا کہ آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے ہیں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت پایا ہے اور آپ نے مصر و شام میں فتوحات کی ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بولے تم نے ان سب سے بہتر چیز یعنی شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو تو چھوڑ ہی دیا۔

(اسد الغابہ "تذکرہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ")

خدمات بجالانی شروع کر دیں۔ ۱۹۴۱ء میں آپ ناظر امور عامہ مقرر ہو گئے اور ۱۹۷۱ء سے بطور ناظر اعلیٰ خدمات دینیہ بجالا رہے ہیں۔

آپ نے مجلس شوریٰ کے بارے میں پرانی یادیں کھنگالتے ہوئے کہا کہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے احباب جماعت کو مشورہ دینے کے طریق اور آداب سکھائے۔ محترم میاں صاحب نے بتایا کہ ابتداء میں حال یہ تھا کہ جو جس کے منہ میں آتا وہ بولتا چلا جاتا نمائندگان انجمن کے کاموں پر بلا جواز تنقید کرتے اور لمبی لمبی تقریریں کرتے چلے جاتے۔ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) ان سب تقاریر کو بڑے تحمل سے سنتے اور جہاں بولنے والا ٹیڑھی سے اترتا دیکھتے اسے ٹوکتے اور بعض دفعہ جب تنقید یا مخالفت کا معیار گرنے لگتا تو سختی سے جھاڑ بھی پلایا کرتے۔ اس سے یہ ہوا کہ احباب جماعت کو رفتہ رفتہ مشورہ دینے کا سلیقہ آتا گیا۔ بے جواز تنقیدیں اور لمبی لمبی بے کار تقاریر ختم ہوتی گئیں اور یہ بات سالہا سال کی مشق اور تربیت سے نصیب ہوئی۔ آج مجلس شوریٰ جماعتی نظام کا ایک اہم ستون ہے اور اس کی اپنی روایات بن چکی ہیں اور جماعتی ترقی میں اس کا اپنا ایک اہم کردار ہے اور بلاشبہ یہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو، آپ پر اپنی برکات نازل کرے) کا ایک اہم تاریخی کارنامہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۶)

۶۔ فائنل	قرآن کریم مکمل باترجمہ۔ سورۃ الضحیٰ۔ الغاشیہ الاعلیٰ (زبانی باترجمہ)	احادیث الاخلاق (مکمل)	اسلامی اصول کی فلاسفی۔ دعوۃ الامیر الحجۃ البالغہ۔

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

انتقاد

"کلام ظفر"

محترم مولوی ظفر محمد صاحب ظفر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بزرگ شعراء میں سے ہیں۔ اللہ نے آپ کو جو سوز دیا تو ذوق شعر سے بھی نوازا جو ایک عرصہ تک جماعتی رسائل میں ہمارے سامنے آتا رہا۔ گزشتہ سال آپ کے بیٹے محترم مبارک احمد صاحب ظفر نے ان بکھرے ہوئے لخت ہائے جگر کو یکجا کر کے "کلام ظفر" کے عنوان سے شائع کر کے ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے

محترم مولوی صاحب موصوف کے اشعار اپنی سادگی اور بے ساختگی کی وجہ سے خاص جذب و اثر رکھتے ہیں وہ اہل ذوق کے ہاں پسند کئے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام کی دوسری خصوصیت مقصدیت اور معنویت ہے۔ اس لحاظ سے شائع ہونے والا آپ کے اردو، عربی اور فارسی کلام کا مجموعہ بہت مفید ہے احباب جماعت سے توقع کی جاتی ہے کہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ طباعت آفسٹ نہایت عمدہ

قیمت -/۱۲ روپے

(ملنے کا پتہ:۔ مبارک احمد صاحب ظفر احمد نگر (نزد ربوہ) ضلع جھنگ)

۵۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید

وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ۱۹۵۰ء سے تحریک جدید کے وکیل ہونے کی حیثیت سے جماعتی نمائندے کے طور پر باقاعدگی سے مجلس مشاورت میں حصہ لے رہے ہیں۔

آپ ۱۹۵۰ء میں تحریک جدید کے وکیل الزراعت بنے اور ۱۹۵۳ء تک اس عہدے پر کام کیا۔ اس کے بعد آپ کو وکیل التبشیر بنایا گیا یکم جنوری ۱۹۵۶ء سے آپ کو وکیل اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اور اس عہدے کے لحاظ سے آپ تحریک جدید کے صدر بھی قرار پائے۔ ۱۹۵۶ء سے آج تک آپ دونوں عہدوں پر نہایت کامیابی سے خدمات سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۸۱ء تک کے ۳۱ سال کے عرصے بطور جماعتی نمائندہ مجلس مشاورت میں شریک ہونے کے علاوہ اس سے پہلے ایک دو دفعوں کے علاوہ آپ باقاعدگی سے مجلس مشاورت میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے ایک ملاقات میں بتایا کہ جب حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) نے مجلس مشاورت شروع کی اس وقت میری عمر دس سال کے لگ بھگ تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا: "چونکہ میری نیت ہے کہ میرے سب بچے وقف کریں گے اس لیے ان کی کم عمری کے باوجود ان کو لازمی طور پر ٹکٹ دیا جائے۔" محترم صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ میرا تاثر یہی ہے کہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کا اپنے سب بچوں کے متعلق یہی ارشاد تھا کہ ان کو لازماً ٹکٹ دیا جائے مگر مجھے اپنے اور ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ کے بارے میں قطعی طور پر یاد ہے کہ ہم سٹیج پر جہاں حضور اور دیگر ناظر صاحبان وغیرہ کی کرسیاں ہوتی تھیں وہاں فرش پر بیٹھتے تھے۔ اس سے بعض اوقات بڑی گھبراہٹ ہوتی تھی۔ بعض اوقات لمبی تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ ہمیں پیشاب بھی آتا تو اٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی کیونکہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) سامنے بیٹھے ہوتے تھے اور اٹھنے کی جرأت نہ تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ٹریننگ کا ایک طریق کار تھا۔ اس سے فائدہ بہت ہوا

پرانی یادوں کی راکھ کریدتے ہوئے یکایک محترم صاحبزادہ صاحب کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔ فرمانے لگے کہ بڑے دلچسپ لطیفے بھی بعض اوقات ہو جاتے تھے۔ پرانا زمانہ تھا تنگی کا وقت تھا ہر وقت اس بات پر بحث ہوتی رہتی تھی کہ کس طرح آمدنی بڑھائی جائے۔ چند ہزار روپے کی کمی بیشی پر تین تین گھنٹے بحثیں چلتی تھیں۔ صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب چوہدری غلام رسول صاحب باجوہ سیالکوٹ کے علاقہ سے نمائندہ بن کر آیا کرتے تھے ایک مرحلے پر جبکہ مالی تنگی کا موضوع زیر بحث تھا اور کسی نکتہ پر بحث کیلئے نام طلب کئے گئے تو یہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہمیشہ پنجابی میں بولتے تھے۔

کہنے لگے

"حضور! اِن کا یہی علاج ہے کہ لسّی پیوتے کو نہیں کھائیں"۔

اس پر ہم سب کے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ حضور (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) بھی مسکرائے۔

صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) ایسی باتوں میں لطف اٹھاتے تھے۔ آپ کسی کو روکتے نہیں تھے۔ بلکہ لمبی بحثیں بھی بڑے تحمل سے سنتے تھے۔ خاصی لمبی بحثیں ہوتی تھیں۔ راتوں کو بھی اجلاس جاری رہتے۔ اگرچہ وقت اس وقت بھی تین دن کا ہی ہوتا تھا مگر اس وقت جماعت مختصر تھی۔ مسائل کم ہوتے تھے اور پھر نمائندگان کی تعداد بھی چالیس پچاس ہوتی تھی۔ ان میں آدھے سے زیادہ زائر ہوتے تھے۔ دوسرے دن شام کو کھانے کی دعوت ہوتی تھی۔ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) خود بھی شمولیت فرماتے اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے کہا کہ مجلس مشاورت کا قیام قرآنی حکم کے نتیجہ میں عمل میں آیا تھا۔ لیکن اس میں یہ بھی شامل ہے کہ آخری فیصلہ بہرحال امام وقت کا ہے۔ اسی آیت قرآنی کے مطابق مشاورت کا طریق کار یہ ہے کہ امام وقت سب کی رائے سنے گا۔ اس کے بعد چاہے تو وہ اکثریتی رائے کو اختیار کرے چاہے تو اقلیتی رائے کو اختیار کرے اور چاہے تو دونوں آراء کو یکسر مسترد کردے اور کوئی تیسری رائے سامنے لے آئے۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ یہ نظام جب تک صحیح قرآنی اور مذہبی راہ پر چلتا رہے گا، اسی طرح سے ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس نظام کو ہمیشہ ہی انہی لائنوں پر چلائے رکھے۔ آمین۔

صاحبزادہ صاحب نے شوریٰ کی ایک حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس سے احباب جماعت کو نظام جماعت میں شمولیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ تمام فیصلوں کو اپنے فیصلے سمجھ کر ان پر بدل و جان عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ افراد جماعت کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ہماری سوچ اور فکر کا رُخ کیا ہونا چاہیئے۔ امام وقت ہمیں کس طرف چلانا چاہتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے مجلس مشاورت کی ایک اور حکمت یوں بیان فرمائی کہ میرا تجربہ ہے بعض اوقات ایک نہایت اچھے سمجھدار ذہن میں کوئی بڑی اہم بات نہیں آتی جو ایک بظاہر کم علم اور دیہاتی کے دماغ میں آجاتی ہے۔ کیونکہ بنیادی چیز تو جماعت کے ساتھ اخلاص اور پیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کے ذہنوں کو خاص جلا عطا کی ہے کہ بعض اوقات جو بات بڑے بڑوں کی سمجھ میں نہیں آتی اس کو ایک عام آدمی بیان کر دیتا ہے۔

۶۔ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور

محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کو ایک لمبا عرصہ حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کی

زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی بحیثیت
پرائیویٹ سیکرٹری گراں قدر خدمات سرانجام دینے
کی توفیق ملی ہے۔ چونکہ عموماً مجلس مشاورت کے
سیکرٹری، پرائیویٹ سیکرٹری صاحب ہی ہوتے ہیں
اس لئے آپ کا مشاورت کے ساتھ ایک لمبے عرصہ
تک بڑا قریبی تعلق رہا ہے۔ اس نسبت سے میں محترم
مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور سوال کیا کہ آپ کتنے عرصہ سے مجلس مشاورت
میں شریک ہو رہے ہیں۔ کہنے لگے ۱۹۳۵ء سے کسی نہ
کسی صورت میں شریک ہو رہا ہوں۔ پہلے زائر کی
حیثیت سے پھر سیکرٹری کی حیثیت سے اور ۱۹۷۰ء
کے بعد سے اب پھر زائر کی حیثیت سے شریک ہوتا
ہوں۔ میں نے مجلس مشاورت کے واقعات سے
متعلق استفسار کیا تو فرمانے لگے کہ حضرت مصلح موعود
(اللہ آپ سے راضی ہو) کی طبیعت میں اپنی ذات کے
لئے کسی قسم کی کوئی خواہش نہ تھی۔ مثلاً جب شوریٰ میں
نیز امام وقت کے نذرانہ پر بحث شروع ہوتی تو آپ
ہال سے تشریف لے جاتے اور جب بحث ختم ہو جاتی
تو تشریف لے آتے۔ اس کے بعد آپ نے ایک نہایت
ہی ایمان افروز واقعہ سنایا۔ کہنے لگے تعلیم الاسلام
ہائی سکول قادیان کے ہال کا واقعہ ہے۔ ۱۹۴۵ء
کی مجلس مشاورت کا تیسرا دن تھا۔ حضرت مرزا شریف احمد
صاحب ناظر دعوت و تبلیغ نے سب کمیٹی کی رپورٹ میں
قادیان میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش
کی اور اس سلسلہ میں خطبہ الہامیہ کا وہ اقتباس پڑھ
کر سنایا جس میں منارۃ المسیح کے پاس ایک ایسا ہال
تعمیر کرنے کی خواہش کا ذکر ہے جس میں کم از کم سو
آدمی بیٹھ سکے۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب یہ
تجویز پڑھ ہی رہے تھے کہ حضرت مصلح موعود (اللہ
آپ سے راضی ہو) اچانک کرسی سے اٹھے اور پاس
ہی فرش پر جو تھوڑی سی جگہ تھی وہاں سجدہ میں
پڑ گئے۔ یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین اپنی اپنی جگہ پر
سجدہ میں گر گئے۔ اور حضور کے اٹھنے پر جب اللہ اکبر
کہا گیا تو اٹھے۔ اس کے بعد حضور نے حضرت اقدس
کے زمانہ کا اس وقت کے ساتھ موازنہ کرتے
ہوئے فرمایا کہ دیکھو اس وقت ایک بہت بڑا مقصد
اور کام یہ نظر آیا کہ ایک ایسا کمرہ بنایا جائے جس میں سو
آدمی بیٹھ سکے مگر آج ہم ایک ایسے کمرے میں بیٹھے
ہیں جس میں پانچسو کے قریب آدمی بیٹھتے ہیں۔
پھر فرمایا کہ ایک تو وہ وقت تھا اور ایک آج ہے
کہ مسجد مبارک کی توسیع کے لئے عصر کی نماز کے وقت
میں نے مقتدیوں سے ذکر کیا اور عشاء کی نماز سے
پہلے پہلے اٹھارہ ہزار کے وعدے اور رقوم جمع ہو گئیں۔ اور
بیرونی احباب کو اس چندہ میں شریک ہونے کا موقع
ہی نہ ملا۔ یہ نشان کسی نابینا کو نظر نہ آئے مگر ہر بینا
کو نظر آ رہا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ محترم
مولوی صاحب موصوف نے کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا اس واقعہ کا اثر محسوس
تو کیا جا سکتا ہے اور آج بھی محسوس کر رہا ہوں لیکن جو ایمان افروز
کیفیت اس وقت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں۔

جناب ثاقب زیروی ـــــ لاہور

میں نے اس عمر میں چاہا تھا تجھے ارضِ وطن
جب شعور آج کی صورت مرا بیدار نہ تھا

میں نے اس وقت بھی لکھے تھے کئی گیت ترے
جب مرے ذہن میں لفظوں کا یہ انبار نہ تھا

ایک بے نام خلش رہتی تھی سینہ میں مرے
جب مرے بس میں مرے جذبوں کا اظہار نہ تھا

میں نے اس دم بھی سراہا تھا تجھے جانِ چمن
جب ترا حسن رہینِ لب و رخسار نہ تھا

میں نے اس دور میں مانگی تھی ترے در پہ پناہ
جب یہاں دور تلک سایۂ دیوار نہ تھا

خاک سی اُڑتی نظر آتی تھی تا حدِّ نظر
چپہ چپہ پہ سجا مصر کا بازار نہ تھا

میں تو اس وقت بھی کرتا تھا تجھے جھک کے سلام
جب فلک بوس ترا گوشۂ دستار نہ تھا

یاد ہیں مجھ کو وہ آغازِ سفر کی باتیں
کون تھا جو ترے خوابوں کا خریدار نہ تھا

کس کی آنکھوں میں نہ تھے تری محبت کے کنول
کون تھا جو تری چاہت کا خریدار نہ تھا

خاک اور خون سے لتھڑے ہوئے آتے تھے مگر
کوئی لب حرفِ شکایت کا گنہگار نہ تھا

صبر اور شکر کے پیکر تھے سبھی دیوانے
مرحلہ ان کے لیے کوئی بھی دشوار نہ تھا

سب کے غم ایک تھے خوشیاں تھیں برابر سب کی
ہوس و حرص میں کوئی بھی گرفتار نہ تھا

سب کی نظروں میں تھا رشتوں کا تقدس قائم
بھائی سے بھائی کوئی برسرِ پیکار نہ تھا

ایک قائد کی قیادت میں تھا ایماں سب کا
ہر کوئی اپنی جگہ قافلہ سالار نہ تھا

آج ہر ذہن میں تشکیک کے کانٹے ہیں چبھے
ایسا دھندلا تو کبھی مطلعِ انوار نہ تھا

میں کھڑا سوچتا ہوں وقت کے دوراہے پر
ہم میں سے کوئی بھی کیا صاحبِ کردار نہ تھا

آج کیوں فرضِ وطن بھول گئے ہیں ہم لوگ
پہلے تو اپنی وفاؤں کا یہ معیار نہ تھا

آج کیا بات ہے کیوں تجھ سے نہیں پیار ہمیں
ایسا لگتا ہے ہمیں تجھ سے کبھی پیار نہ تھا

جناب پروفیسر مسعود احمد خان

۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء کا دھاکہ قائداعظم کی زندگی میں عجیب کشمکش اور مایوسیوں کا دور تھا۔ آپ برّصغیر کو غیر ملکی تسلّط سے آزاد کرانے کے لئے "ہندو مسلم اتحاد" پر مشتمل لائحہ عمل کو بروئے کار لانے میں ۱۹۲۰ء تک گوپال کرشن گوکھلے کیساتھ کوشاں رہے اور گوکھلے سے "جناح ہندو مسلم اتحاد کے سفیر ہیں" کے الفاظ میں خراج تحسین وصول کیا۔ لیکن آل انڈیا نیشنل کانگریس میں شامل بعض عناصر نے اس آئینی جدوجہد کو ترک موالات اور قانون شکنی میں بدل دیا۔

چنانچہ مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس ناگپور میں حکومت اور برطانیہ سے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا۔ پھر مسلمانوں کی طرف سے جو تحریک خلافت چلائی گئی اس کو بھی مسلمانوں نے کانگریس کی ترک موالات کے ساتھ ملا دیا جس سے قائداعظم بے حد مایوس ہو گئے۔ چنانچہ پندرہ ہزار انسانوں کے امڈتے ہوئے اس طوفان میں جس میں گاندھی کی مہاتمائیت کا جادو اگر ہندوؤں کی لہریں اٹھا رہا تھا تو مسلمانوں میں جوش و خروش کا جوار بھاٹا پیدا کر رہا تھا۔ آپ یکہ و تنہا للکار رہے تھے کہ

"تمہارا راستہ غلط ہے میرا راستہ صحیح ہے میرا راستہ آئینی اور قانونی راستہ ہے اور آئینی اور قانون کا راستہ ہی صحیح ہوا کرتا ہے۔"

یہ نظارہ دیکھ کر پہلی لیبر حکومت کے وزیر ہند مسٹر ویجوڈبین نامی ایک انگریز سیاست کار نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ محمد علی جناح ایسے مضبوط اعصاب کا حامل وجود ہندوستان میں آزادی اور جمہوریت کے روشن مستقبل کا ضامن ہے۔

ترک موالات کی ان تحریکوں کا جو حشر ہوا تاریخ اس کی شاہد ہے۔ بالآخر مسلمان لیڈروں کے ساتھ مشورہ کئے بغیر تحریک کو واپس لے لیا گیا تو دونوں قوموں میں اعتماد کی فضا جاتی رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب دشمن اسلام ہندو، ہندوستان سے اسلام کو ختم کر دینے کے لئے شدھی کی تحریک چلا رہا تھا کہ ہندوستان تو ہندوؤں کا وطن ہے یہاں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہو اور یہی وہ مقصد تھا جس کے حصول کے لئے گاندھی جی کوشاں تھے کہ وہ عدم تشدد کے نام پر ہندو مذہبی فلسفہ اہنسا کے ذریعہ ہندو مذہب کو فروغ دیں جسے نہ دینی راہنما سمجھے اور نہ خلافتی لیڈر اور نہ ہی انہوں نے اسے سمجھا

خلاف آواز اٹھائی اسے دین سے بے بہرہ، مغرب زدہ سمجھا گیا جو اپنے سوٹ پر گرد کی میل آجانے سے خائف ہو کر وطن اور مذہب کی خاطر جیل کی کوٹھری میں جانے سے گریزاں تھا۔ نتیجۃً ۱۹۲۰ء میں قائد اعظم کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر کبھی اس کے اجلاس میں شریک نہ ہوئے۔

انگریزوں نے ہندو مسلم ساجھے کی ہنڈیا کو یوں چوراہے میں پھوٹتے دیکھ کر فوراً نئی اصلاحات پر غور کرنے کے لئے ایک کمیشن کا اعلان کر دیا لیکن سرجان سائمن کی زیرِ صدارت کمیشن میں تمام ارکین انگریز تھے جسکی وجہ سے آل انڈیا نیشنل کانگریس نے اسکے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا خلافتی لیڈروں نے بھی کانگریس کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ اس سوال پر دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک شفیع لیگ جو سائمن سے تعاون کے حق میں اور دوسرا گروہ جناح لیگ جو سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کرنے کے حق میں تھا برطانوی حکومت نے ہندوستانیوں کو چیلنج کیا کہ وہ کوئی متفقہ تجاویز پیش کریں۔ ان کے مطابق آئینی اصلاحات نافذ کر دی جائیں گی جو آزادی کے لئے بنیاد کا کام دیں گی۔ چونکہ قائد اعظم کا نصب العین آزادی تھا۔ اس لئے وہ پھر اس کوشش میں لگ گئے کہ واقعی سب پارٹیاں اور فرقے اس چیلنج کا مثبت جواب دیں۔ آخر آل پارٹیز کنونشن منعقد ہوا اور ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر موتی لال نہرو قرار پائے۔ جس کا نتیجہ نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء کی صورت میں نکلا جس میں قائد اعظم اور مولانا محمد علی جوہر نے کچھ ترامیم پیش کیں لیکن انہیں مسترد کر دیا گیا۔ چنانچہ قائد اعظم اشکبار آنکھوں کے ساتھ کلکتہ چھوڑ کر بمبئی چلے گئے۔ جبکہ ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس سر آغا خان کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں نہرو رپورٹ کے مقابلہ میں بھی مناسب حد تک سخت رویّہ اختیار کیا۔ جس کے بعد آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کہا جانے لگا اور ایسا معلوم ہوا کہ مسلم لیگ ختم اور اس کی جگہ کانفرنس قائم ہو گئی ہے۔ قائد اعظم مسلم لیگ کو اس طرح بے حیثیت بنانے کے حق میں نہ تھے اس لئے اس کانفرنس میں تو وہ شریک نہ تھے لیکن آپ نے نہرو رپورٹ میں ترامیم اور کانفرنس کے مطالبات اور بعض دوسری تجاویز پر مشتمل ایک چودہ نکاتی لائحہ عمل پیش کیا۔ افسوس اس وقت اسے بھی درخورِ اعتنا نہ سمجھا گیا قائد اعظم کے ایک ہندو دوست دیوان چمن لال نے اس زمانہ کے بارہ میں لکھا ہے:۔

"جناح واقعی سخت دل شکستہ ہیں۔ وہ
ان نادر وجودوں میں سے ہیں جنہیں کوئی
ذاتی اغراض نہیں۔ ان کی دیانت شک و
شبہ سے پاک ہے مگر افسوس وہ
اس وقت تن تنہا بے یار و مددگار ہیں"

(بحوالہ ایس ایم اکرام۔ ماڈرن مسلم انڈیا اینڈ برتھ آف پاکستان ۲۵۴)

اور دیوان چمن لال نے یہ بات غلط نہیں کہی تھی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے حوالے سے جو اس وقت جناح صاحب کے ساتھ تھے لکھا ہے:۔

"دسمبر ۱۹۲۸ء میں کلکتہ کی آل انڈیا

کنونشن نے ان تینوں ترمیموں کو بے دردی
سے رد کر دیا جو مسٹر جناح نے پیش کی
تھیں تو مسلم لیگ کی حالت نازک ہو گئی
مسلمانوں کا سواد اعظم مسلم کانفرنس کی قیادت
ہی آچکا تھا۔ ادھر کانگریس نے یوں
ہمارا دست تعاون جھٹک دیا۔ ان حالات
میں میں ڈاکٹر اقبال کی خدمت میں لاہور
حاضر ہوا تاکہ مفاہمت کی کوئی صورت پیدا
ہو جائے - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

(عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال ص ۳۱۴)

ان حالات میں ہندوستانی سیاستدانوں سے
مایوس ہو کر قائد اعظم نے برطانیہ کے وزیر اعظم ریمزے
میکڈونلڈ سے ہندوستانی لیڈروں کی برطانوی حکومت
کے ساتھ ایک کانفرنس بلانے کو کہا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء
میں پہلی گول میز کانفرنس لندن میں ہوئی جس کا کانگریس
نے بائیکاٹ کیا۔ اس میں سر آغا خان سوم مسلم
وفد کے صدر منتخب ہوئے وہ اس موقع پر اپنے
اس اعزاز کے بارہ میں رقمطراز ہیں:۔
"یہ بات میں محض رسمی طور پر نہیں کہتا بلکہ
حقیقتاً میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز
تھا کہ میں ایسے وفد کی سربراہی کے
لئے منتخب ہوا جس میں ایسے مرتبہ
کے باصلاحیت لوگ شامل تھے جیسے
مسٹر ایم اے جناح جو بعد میں پاکستان
کے بانی قائد اعظم بنے یا سر محمد ظفر اللہ
خان جو کئی سال تک بین الاقوامی کانفرنسوں
میں برصغیر کی نمائندگی کرتے رہے
اور پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ

فلسفۂ اکل و شرب

کاش تم زمین کی مہک پر زندہ رہ سکتے جس
طرح درخت محض سورج کی روشنی سے زندگی پاتا ہے
لیکن اگر تم مجبور ہو کہ اپنے کھانے کے لئے دوسروں
کو ذبح کرو اور اپنی پیاس بجھانے کے لئے ماں
سے اس کے بچے کا دودھ چھینو تو پھر اپنے اس
عمل کو ایک عبادت بناؤ۔

تمہارے دسترخوان کو ایک قربان گاہ ہونا
چاہیئے جس پر میدانوں اور جنگلوں کے پاک اور
معصوم جانور ان پاک تر اور معصوم تر چیزوں
پر قربان کئے جائیں جو انسان میں ہیں۔

("النبی" از خلیل جبران)

بنائے گئے۔ یا پھر میرے پرانے اور
با اعتماد دوست سر محمد شفیع جو مسلم
لیگ کے بانیوں میں سے تھے"
(سوانح حیات میمورائز از آغا خان ص ۳۱۴، ۳۱۵)

کانگریس کی عدم شمولیت کے باعث کوئی فیصلہ
نہ ہو پایا چنانچہ ایک سال بعد دوسری کانفرنس منعقد
ہوئی جس میں کانگریس کی طرف سے مسٹر گاندھی کو
نمائندہ مقرر کیا گیا۔ اس کانفرنس کی ایک خاص بات اس میں
علامہ اقبال کی شمولیت بھی تھی نیز قائد اعظم اور علامہ اقبال
کے درمیان اختلافات کی خلیج بہت حد تک پاٹی گئی
کانفرنس کی سست رفتاری سے بے حد مایوس ہوئے اور
اسی دوران قائد اعظم انگلستان میں مستقل طور پر رہائش
پذیر ہو گئے۔ آپ نے لندن میں ایک گھر بھی خرید لیا اور
پریوی کونسل میں قانون کی پریکٹس شروع کر دی آپ نے
اپنی اس کیفیت کا اظہار علی گڑھ میں طلباء کو خطاب کرتے
ہوئے یوں کہا:۔

"گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی
زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ اب میں مایوس ہو چکا تھا۔
۔۔۔۔۔ مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ
ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ نہ
ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی
کر سکتا ہوں اور نہ مسلمانوں کی آنکھیں
کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن میں

بودو باش کا فیصلہ کر لیا۔ پھر بھی ہندوستان
سے ہی نے تعلق قائم رکھا۔

(۱۔ بحوالہ رئیس احمد جعفری حیات قائد اعظم صفحہ ۱۹۱، صفحہ ۱۹۲)

یہ خود مسلم قوم کی زبوں حالی تھی کہ ایسا عالی
دماغ مخلص محسن قوم موجود ہو اور بقول عاشق حسین بٹالوی
"جناح کانفرنس میں یکہ و تنہا اس شخص
کی حیثیت سے موجود تھے جو نہ خود کسی
کا لیڈر تھا اور نہ کسی لیڈر کی قیادت میں
کام کرنے پر رضامند تھا۔"

(اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۲۶)

جی الانہ کی تصنیف قائد اعظم ایک قوم کی سرگذشت کے
مطابق وطن سے قائد اعظم کا تعلق آسام کے عبدالمتین
چوہدری صاحب کے ساتھ خط و کتابت سے قائم رہا
جو آپ کو نہایت وفاداری کے ساتھ ملکی حالات سے
باخبر رکھے ہوئے تھے۔ بہرحال یہ حیرت کی بات ہے
کہ اس وقت قائد اعظم کے پاس نہ کوئی پارٹی تھی اور
نہ کوئی پلیٹ فارم جس کے ذریعہ وہ لندن میں بیٹھ کر
اپنے وطن سے محبت کا اظہار کر سکتے اور نئی نسل کو
بیداری کا پیغام دے سکتے۔

• الحمد للہ یہ کیفیت زیادہ دیر نہ رہ سکی
اور آخرکار قائد اعظم کو ایک ایسا پلیٹ فارم خود
بخود بغیر ان کی اپنی کاوش کے میسر آیا۔ جہاں سے
انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور برطانیہ کی
طرف سے شائع شدہ قرطاس ابیض پر تنقید کی۔
اور مسلمانوں کے جامع تحفظات کو دہرایا۔ جن کے ساتھ

معیارِ دوستی

اور جب تمہارا دوست اپنے دل کی بات تم
سے کہتا ہے تو تم اپنے دل کی "نہیں" کے اظہار سے
نہیں ہچکچاتے نہ اپنی "ہاں" کو اپنے حلق میں روکے
رکھتے ہو اور جب وہ مہر بہ لب ہوتا ہے اس وقت
بھی تمہارا دل اس کے دل کی بات سننے سے محروم
نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دوستی میں تمام خواہشیں تمام
توقعات اور تمام خیالات الفاظ کے بغیر پیدا ہوتے
ہیں۔

(از "النبی" خلیل جبران)

خود ہندوستان کا مستقبل وابستہ تھا۔ چنانچہ جنوبی
ہند کے شہر مدراس کے اخبار مدراس میل میں اپنی
۱۷ اپریل ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی۔

ہندوستان کے مسلمان رہنما ایم اے
جناح نے امام مسجد کی دعوت پر تقریر
کی جس کا موضوع تھا "ہندوستان کا
مستقبل"۔ قرطاس ابیض کی تجاویز کو
انہوں نے آنکھوں میں دھول جھونکنے
کے مترادف قرار دیا۔

اور لنڈن سنڈے ٹائمز نے ۹ اپریل ۱۹۳۳ء کی اشاعت
میں رپورٹ شائع کی

ویمبلڈن میلروز روڈ پر واقع چھوٹی

سی مسجد کے گراؤنڈ میں ایک مجمع سے ہندوستانی رہنما نے خطاب کیا۔ مسٹر محمد علی جناح نے ایک قومی رہنما کے نقطۂ نگاہ سے قرطاس ابیض اور اس میں مندرجہ تحفظات پر سخت تنقید کی۔

یہ موقع عیدالاضحیہ کا تھا۔ جب قائد اعظم مسجد احمدیہ فضل لنڈن میں نماز عید ادا کرنے تشریف لائے اور ایک مدت کی خاموشی کے بعد برصغیر پاک و ہند کی سیاست پر لب کشائی فرمائی جس کے لئے ابھی تک ان کو تامل تھا۔ کیونکہ تقریر کے آغاز میں انہوں نے فرمایا:۔

The eloquent persuation of the Imam left me no escape.

یعنی امام صاحب (مولوی عبدالرحیم صاحب درد) کی فصیح و بلیغ ترغیب نے آخر میرے لئے آج یہاں آکر اپنے خیالات کے اظہار سے بچنے کے لئے کوئی چارہ نہ چھوڑا۔

پھر آپ نے ہندوستان کے مستقبل پر تقریر فرمائی جس کو صحافتی حلقوں نے بہت اہمیت دی اور امتیاز کے ساتھ اس کی رپورٹیں دنیا کے مختلف علاقوں کے اخبارات میں شائع ہوئیں۔ مندرجہ بالا دو اخبارات کے علاوہ

دی ایوننگ سٹینڈرڈ لندن سٹیٹسمین کلکتہ، ہندو مدراس پاپونیر الہ آباد۔ ویسٹ افریقہ ریو (برطانوی مغربی افریقہ کی نوآبادیات کا ایک اخبار) اور اجپشین گزٹ اسکندریہ مصر وغیرہ۔ اس قدر پبلسٹی نے اب برصغیر کے سربرآوردہ مسلمانوں کو بھی یاد دلایا کہ اپنی شومئی قسمت سے انہوں نے اپنے آپ کو لعل بے بہا سے محروم کر رکھا ہے۔ چنانچہ عبدالمتین چوہدری صاحب کو جو خط قائد اعظم نے ۲۷ اپریل کو لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو واپس تشریف لانے کی اپیلیں کی جانے لگیں فرماتے ہیں:۔

> مجھ کو ہندوستان بلایا جا رہا ہے مگر کس لئے وہاں کوئی ٹھوس چیز موجود نہیں۔

(حی الاقہ قائد اعظم ۲۹۹ -)

اس سال جولائی میں قائد ملت لیاقت علی خاں انگلستان تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی قائد اعظم کو واپس وطن آکر مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کی درخواست کی بہر حال اب قوم کی آنکھیں قائد اعظم کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ کے دونوں گروہوں میں اتحاد ہو گیا اور متفقہ طور پر قائد اعظم کی غیر موجودگی میں ہی ان کو مسلم لیگ کا عمر بھر کے لئے صدر منتخب کر لیا گیا۔

آخر کار ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ نے وہ ٹھوس چیز بھی مہیا کر دی کیونکہ ان نئی اصلاحات کے تحت صوبائی ذمہ دار حکومتوں کا قیام عمل میں آ رہا تھا۔ قائد اعظم کو احساس تھا کہ مسلمانوں کے مفادات ہندوؤں کے تسلط میں محفوظ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ آل انڈیا نیشنل کانگرس نے اتحاد کی تمام کوششوں کو رائیگاں کر دیا تھا تو اب مسلمانوں کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ کانگرس مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں اور جہاں کہیں وہ حکومت بنائے گی وہ ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔ جو مسلمان اس کا ساتھ دیں گے وہ اپنی قوم سے غداری کا مرتکب ہوں گے کیونکہ ان کو مسلمانوں کی اکثریت کی حمایت حاصل نہ ہوگی اور اگر مسلمان ایسا ثابت نہ کر سکے تو وہ کوئی مطالبہ اپنے مستقبل کی بقاء کے تحفظ کا پیش کرنے کے مجاز نہ ہوں گے یہ بہت نازک وقت تھا۔ جیسے قائد اعظم نے علی گڑھ کے طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> چار سال کے قیام کے بعد میں نے دیکھا کہ مسلمان خطرے میں گھرے ہوئے ہیں آخر میں نے رخت سفر باندھا اور ہندوستان پہنچ گیا۔

(رئیس احمد جعفری قائد اعظم محمد علی جناح ص ۱۹۵)

اور پھر قائد اعظم کی قیادت میں اور مسلم لیگ کی تنظیم نو کے جھنڈے تلے مسلمانوں نے جب یہ حقیقت واضح کر دی کہ ہندو اکثریتی صوبوں میں ان کے حقوق محفوظ نہ تھے تو بھلا ایسی مرکزی حکومت پر ان کو کیسے اعتماد ہو سکتا تھا جہاں ہندوؤں کی مستقل اکثریت تھی اور اس کے بدلنے کے کوئی امکان نہ تھے۔ جہاں حکومت کو بدلنے کا امکان نہ ہو اور حزب اختلاف کبھی حزب اقتدار

نہ بن سکے وہاں کبھی جمہوری حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور مستقل اکثریت اور مستقل اقلیت والے ملک کا بہترین حل یہ ہوا کرتا ہے کہ جہاں جس فرقہ کو اکثریت حاصل ہو وہاں اس فرقہ کی آزاد مملکت قائم ہو جائے چنانچہ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۳ مارچ بمقام لاہور وہ قرارداد پاس ہو گئی جس کی رو سے برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی دو مملکتوں کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ کیونکہ اب اس مطالبہ کے لیے فضا ہر طرح سازگار تھی۔ گویا لوہا گرم تھا۔ ایک ضرب کی ضرورت تھی۔ پس جن ہاتھوں نے لوہا گرم کیا انہی مبارک ہاتھوں نے ضرب بھی لگائی اور الحمدللہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان اسی محسن قوم کی سربراہی میں معرضِ وجود میں آ گیا۔ ۔۔

نوٹ:- ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک موصول ہونے والی مختصر اور جامع رپورٹیں آئندہ شمارہ کے صفحات کی زینت بن سکتی ہیں۔

جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان شہر کے زیر انتظام مورخہ ۱۹ر جنوری کو جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا۔ اسی دوران خدام و اطفال میں تلاوت، نظم اور تقاریر کے مقابلے ہوئے پوزیشن حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں مکرم امیر صاحب ضلع ملتان و مقامی نے انعامات تقسیم فرمائے۔ اس موقع پر مٹھائی بھی تقسیم کی گئی۔

(۲)

مجلس خدام الاحمدیہ کھوکھر غربی ضلع گجرات نے مورخہ ۱۹ر اور ۲۰ر جنوری کو جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا۔

(۳)

مورخہ ۱۹ر جنوری کی بعد نماز ظہر مجلس خدام الاحمدیہ گوجرہ کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارفع مقام محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین ایسے موضوعات پر تقاریر کی گئیں۔

(۴)

۱۲ر ربیع الاول کو مجلس خدام الاحمدیہ سانگھڑ کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا اس کی صدارت محترم سمیع اللہ قمر مربی سلسلہ نے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپؐ کے ذریعہ دنیا میں پیدا ہونے والے انقلاب سے حاضرین مجلس کو مطلع کیا گیا اور اسی طرح آپؐ کے مقام خاتم النبیینؐ کی تفسیر بیان کی گئی۔

(۵)

مجلس خدام الاحمدیہ اسلام آباد نے مورخہ ۱۹ر جنوری کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں

خدام اور اطفال میں تقریری اور تحریری مقابلہ جات کروائے جن میں خدام و اطفال نے بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ اس پروگرام کے بعد جماعت احمدیہ اسلام آباد کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا جس میں مرکزی نمائندہ مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف نے تقریر کی اور علمی مقابلہ جات میں اوّل دوم سوم آنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔

(۶)

مجلس خدام الاحمدیہ چک ۲۶۹ مراد ضلع بہاولنگر کے زیر اہتمام مورخہ ۱۹ر جنوری کو جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا جس میں ضلع کے ۱۹ مقامات سے انصار، مستورات اور خدام و اطفال نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ جلسہ میں حضرت رسول کریمؐ کے دائمی فیضان اور آپکی عدیم قوت قدسیہ کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔

(۷)

جماعت احمدیہ چک ۲۶ ل ب ضلع فیصل آباد کے زیر اہتمام مورخہ ۱۹ر جنوری کو جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا جس میں آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ دارالحمد لاہور نے جس میں سے بیشتر علامہ اقبال میڈیکل کالج کے طالب علم ہیں سروسز ہسپتال میں نادار مریضوں کے علاج پر ڈیڑھ صد روپے خرچ کئے اور سات خدام نے ایک ایک بوتل خون کا عطیہ پیش کیا۔

۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی صدر کے زیر اہتمام مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۸۱ء کو ایک احمدی دوست کے مکان کی چھت وقارِ عمل کے ذریعہ ٹھیک کی گئی جس میں چودہ خدام شریک ہوئے۔

۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ مغل پورہ لاہور نے ۲۳ر جنوری بروز جمعہ مسجد احمدیہ گنج مغلپورہ میں جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں مرکزی نمائندگان مولانا غلام باری صاحب سیف اور حافظ مظفر احمد صاحب نے تقاریر فرمائیں۔

۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ حافظ آباد کے بیس خدام اور دس اطفال نے مسلسل پانچ گھنٹے وقار عمل کرکے مسجد سے ملحق ایک پرانے کمرے کی چھت اور دیواریں گرائیں اور اینٹوں کو ایک جگہ جمع کیا۔

۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی کراچی کا سالانہ تربیتی یک روزہ اجتماع مورخہ ۲۰ر فروری ۸۱ء کو قائد صاحب سوسائٹی کے گھر منعقد ہوا جس میں علمی مقابلہ جات کے علاوہ تربیتی تقاریر بھی ہوئیں۔ اجلاس کے آخر میں حضرت مصلح موعود (اللہ آپ سے راضی ہو) کی ایک تقریر کی ریکارڈنگ سنائی گئی اس اجتماع میں تیس خدام شریک ہوئے۔

۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن نے ۳۰ر جنوری ۸۱ء کو ایک برساتی نالہ کو سیمنٹ کے دو بڑے پائپوں کے ذریعہ سے ٹریفک گذرنے کے قابل بنایا۔ وقار عمل میں ۳۶ خدام کے علاوہ انصار اور اطفال بھی شریک ہوئے۔

۱۹ر جنوری کو مجلس نے تین مقامات پر سیرت النبیؐ کے جلسوں کا اہتمام کیا۔

۷۔ مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ دارالصدر شرقی
ربوہ نے ماہ مارچ میں ماہنامہ خالد کے سولہ سالانہ خریدار بنا کر ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی۔

۸۔ مجلس خدام الاحمدیہ قیادت دارالفضل
فیصل آباد کے بارہ خدام نے مورخہ ۱۳ر فروری ۱۹۸۱ء کو ایک پکنک منائی۔ ۲۰ر فروری کو مجلس نے قبرستان میں وقارِ عمل کر کے ۳۰ پودے لگائے۔ اسی روز نمازِ جمعہ کے بعد جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ بعد نمازِ مغرب مکرم منیر الدین احمد صاحب نے احباب کو سلائیڈز دکھائیں۔ اس پروگرام میں غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔

۹۔ مجلس خدام الاحمدیہ کرونڈی ضلع خیرپور
(سندھ) نے مورخہ ۲۰ر فروری کو جلسہ مصلح موعود منعقد کیا جس میں دوسرے مقررین کے علاوہ مکرم حافظ محمد سلیمان صاحب مربی سلسلہ نے بھی تقریر فرمائی۔

۱۰۔ مجلس خدام الاحمدیہ کھوکھر غربی ضلع
گجرات نے مورخہ ۲۰ر فروری کو جلسہ مصلح موعود منعقد کیا جس میں حضرت مصلح موعود کی عظیم شخصیت کے کئی پہلوؤں پر مقررین نے روشنی ڈالی۔ خدام و اطفال کی مجموعی حاضری یکصد رہی۔

۱۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ چک ۱۴۱ ضلع
بہاولنگر نے ۲۰ر فروری کو جلسہ یوم مصلح موعود منعقد کیا جس میں مجلس کے مختلف عہدیداروں نے تقاریر فرمائیں۔ خدام اطفال اور انصار کی کل حاضری ۱۲۱ رہی

غزل

ساری دنیا میں نہیں درد کا چارہ کوئی
کون ہے تیرے سوا اپنا سہارا کوئی

اک ذرا دیکھ تو لو کون ہے کیا کہتا ہے
لوٹ جائے نہ صدا دے کے بچارا کوئی

قافلے والے بھٹکتے ہیں کہ شاید نکلے
ظلمتِ شب میں چمکتا ہوا تارا کوئی

یہ حقیقت ہے کبھی آہ و فغانِ شب سے
جگمگا اٹھتا ہے قسمت کا ستارا کوئی

ایک دیرینہ تمنا ہے کہ اس محفل میں
ان کی جانب سے ملے خاص اشارہ کوئی

ڈھونڈتے پھرتے ہیں بزم میں شاید مل جائے
اجنبی چہروں میں ہمدرد ہمارا کوئی

ناخدا جس کا خدا ہو یہ ممکن ہی نہیں
نہ ملے ایسے سفینے کو کنارہ کوئی

چھپ گیا چاند فضاؤں میں اجالا کر کے
اب کہاں پاؤ گے اس جیسا نظارہ کوئی

(سید سجاد احمد۔ ربوہ)

تحقیقی مقالہ:-

قسط دوم

سانپ

(جناب پروفیسر محمد شریف خان ۱۵/۶ دار الصدر شمالی - ربوہ -)

دشمنوں سے بچاؤ کے طریقے:-

انسان کے ہاتھوں بچنے کا سانپ کے پاس کوئی طریقہ نہیں۔ اپنے دوسرے دشمنوں سے بچنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ ان میں سے کچھ سانپ کو انسانوں سے بچنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔ لیکن انسانی عقل کے سامنے سانپ کی کچھ چل نہیں سکتی۔ بے حس و حرکت پڑے رہنا یا چپکے سے بھاگ جانا۔ یہ بچاؤ کا طریق سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے سانپ کا رنگ اور اس کے جسم پر دھبے اکثر ماحول کے مطابق ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اگر سانپ بے حس و حرکت رہے تو ماحول سے پہچانا نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ وہ ایسے موقع سے سبک رفتاری سے فرار ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں چلتا۔ کچھ سانپ جو درختوں پر رہتے ہیں، خطرہ کے وقت بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں اور سوکھی ہوئی ٹہنی کی مانند دکھائی دیتے ہیں یا ان کا رنگ سبز پتوں جیسا ہوتا ہے جس کی وجہ سے پتوں کے درمیان نمایاں نہیں ہوتے اس کے علاوہ دشمن پر نفسیاتی اثر ڈالنے کے لئے کئی سانپ اپنا جسم لمبا سانس کھینچ کر پھلا لیتے ہیں۔ اس عمل سے ایک تو اپنے حجم سے بڑے نظر آتے ہیں دوسرے پھولے ہوئے جسم کے چانے جب الگ الگ ہوتے ہیں تو ایک مخصوص رنگ ظاہر کرتے ہیں جو دشمن کو حیران کر دیتا ہے کہ اب کیا تھا اب کیا ہے۔ نیز جب سانس کھینچتے ہیں تو پھنکار پیدا ہوتی ہے۔ اور جب سانس باہر نکالتے ہیں پھر بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر دشمن ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔ بہت سے سانپ اپنے جسم کو زمین سے اس

طرح اٹھا لیتے ہیں کہ سر اونچا ہو جاتا ہے اور سانپ کو اپنے خطرناک ماحول کا اچھی طرح جائزہ لینے اور راہ عمل اختیار کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ نیز دشمن پر نفسیاتی اثر پڑتا ہے کہ مجھے اتنے بڑے دشمن سے مقابلہ کرنا ہے جو اونچا بھی ہے اور لمبا۔ ناگ جب سر اٹھاتا ہے تو اس کے جسم کا اگلا حصہ پھول جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک تو یہ مہیب دکھائی دیتا ہے۔ دوسرے پھن کے باہر اور اندر خاص رنگوں کا امتزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ پھن کے باہر کی جانب عینک نما نشان کسی بڑے حیوان کی آنکھیں لگتی ہیں۔ بعض سانپ دُم سے دھوکہ دیتے ہیں اور اسے اس طرح حرکت دیتے ہیں جس سے گمان ہو کہ یہ سر ہے۔ جونہی دشمن دم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اصل سر حملہ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

آواز سے بھی سانپ اپنے دشمن کو ہوشیار کرتا ہے۔ چنانچہ یہ آواز تیزی سے ہوا نتھنوں سے باہر نکلنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور اسے عام طور پر "پھنکار" کہا جاتا ہے جو بعض اوقات کافی دور تک سنائی دیتی ہے۔ امریکہ کا ٹیل سانپ اپنی دم پر ہڈی دار چھلوں کو آپس میں ٹکرا کر آواز پیدا کرتا ہے۔ کچھ سانپ اپنی دم کو زمین پر مار کر یا اپنی دم سے ارد گرد کی جھاڑیوں یا پتوں کو ہلا کر اپنے دشمن کو ہوشیار کرتے ہیں۔ پھر سانپ اپنے جسم کے جانبی چانے جو (درانتی کی طرح) دانت دار ہوتے ہیں۔ جب ایک دوسرے کے ساتھ رگڑتا ہے تو "بھر" کی سی آواز پیدا ہوتی ہے جو سانپ کی پھنکار سے مل کر کافی اونچی ہو جاتی ہے اس دوران سانپ کا جسم جلیبی کی طرح حرکت کرتا ہے اسی لئے اس کو عرف عام میں "جلیبی سانپ" کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بعض سانپ بہت سے دلچسپ طریقے اپنے بچاؤ کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً بعض اژدہے گول گیند کی طرح اپنے جسم کو لپیٹ لیتے ہیں۔ بعض بے حس و حرکت اکڑ جاتے ہیں۔ اور عام لکڑی کے ٹکڑے کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اگر اس دوران انہیں چھیڑا جائے تو ان کی یہ حالت کافی دیر تک قائم رہتی ہے۔ بعض درختوں پر رہنے والے سانپ تو خطرہ بھانپتے ہی فوراً نیچے گر جاتے ہیں اور کسی سوکھی ہوئی ٹہنی کی طرح بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ جب تک خطرہ ٹل نہ جائے۔ بعض سانپ خطرہ کے وقت سخت ناگوار بدبو چھوڑتے ہیں کہ دشمن کو بھاگنے میں ہی عافیت محسوس ہوتی ہے۔

افریقہ میں ناگ کی نسل کا ایک سانپ پایا جاتا ہے۔ یہ خطرہ کے وقت اپنے دشمن کی آنکھوں کا نشانہ لے کر زہر کی پھوار پھینکتا ہے اگر دشمن اسی وقت جگہ بدل نہ لے تو سیدھی اس کی آنکھوں میں پڑتی ہے اور اسے اندھا کر دیتی ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ یہ پھوار چھ فٹ تک مار کر سکتی ہے۔ پھوار پھینکنے کے بعد سانپ بھاگ

جاتا ہے۔ اگر پیچھا کیا جائے تو پھر دوبارہ یہی عمل دہراتا ہے۔

اوپر دیئے ہوئے حقائق سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سانپ دوسرے جانوروں کا دشمن نہیں خاص طور پر انسان کا۔ سانپ اپنے طور پر ہر طریق سے پھنکار کر، اپنے جسم کو پھلا کر، بدبو چھوڑ کر وغیرہ۔ اپنے مدمقابل کو خطرہ سے پہلے مطلع کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سانپ خود انسان اور دوسرے حیوانات سے خوف زدہ رہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ سانپ انسان کا ازلی دشمن ہے بالکل غلط مفروضہ ہے۔

خوراک :-

تمام سانپ گوشت خور ہوتے ہیں۔ اپنے شکار کو سالم نگل لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اپنے جسم کے قطر کے لحاظ سے تین گنا موٹا شکار نگل جاتے ہیں۔ قدرتی طور پر ان کے جبڑوں کی ہڈیاں آپس میں جڑی نہیں ہوتیں اس کے علاوہ جبڑوں کا رابطہ کھوپڑی کے ساتھ لچکدار ہوتا ہے۔ اس لئے سانپ اپنا منہ اپنے قطر سے دو یا تین گنا چوڑائی میں کھول سکتا ہے اور اپنے سے تین چار گنا موٹے شکار کو سالم نگل جاتا ہے۔ سانپ کے منہ میں بہت سے دانت ہوتے ہیں۔ جبڑوں کے علاوہ منہ کی دوسری ہڈیوں پر بھی دانت ہوتے ہیں۔ دانت

- عیسیٰ کے لفظی معنی گناہ سے بچانے والا کے ہیں۔
- پہلا اولمپک چیمپین (Coroebus) کوری بس تھا۔ جس نے قدیم اولمپک گیمز میں چیمپین شپ حاصل کی
- جولائی ۱۹۷۴ء میں بیلجیم نے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کو مساوی سرکاری مذہب قرار دینے کا واحد اعلان کیا۔

تیز باریک اور پچھلی جانب مڑے ہوئے ہوتے ہیں ان سے اپنے شکار کو دبوچ لیتا ہے لیکن چبانے اور پھاڑنے کا کام نہیں لے سکتا۔ دانتوں کا رخ شکار کو نگلنے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دانت کی جڑیں نہیں ہوتیں اور صرف جبڑے کی ہڈی سے جڑے ہوتے ہیں۔ ساری عمر گرتے رہتے ہیں اور نئے دانت پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جب سانپ اپنے شکار کو نگل رہا ہوتا ہے تو یہ بہت سست عمل ہوتا ہے۔ اس دوران سانس گھٹنے کا اندیشہ نرخرے کے منہ کے باہر آنے سے نہیں رہتا منہ کی تھوک اکثر غیر زہریلے سانپوں میں شکار کے لئے ملکے سے زہر کی حیثیت رکھتی ہے اور خوراک کے نگلنے اور اسے ہضم کرنے میں بہت مدد دیتی ہے اکثر سانپ مختلف جانور مثلاً چوہے، مینڈک چھپکلیاں۔ گلہریاں۔ کیڑے کھاتے ہیں اور اسی طرح

دوسرے جانور کے انڈے، گھونگے، مچھلیاں اور مکوڑے اپنی ہی قبیل یا اپنے سے مختلف قبیل کے سانپ کو بھی کھاتے ہیں۔ موخر الذکر قسم کے سانپ زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اژدہے بڑے جانوروں مثلاً چھوٹے ہرن اور سوٴر وغیرہ تک کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ موقع حاصل ہونے پر انسان کو نگل جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک چودہ سالہ لڑکے کو ایک اژدہے نے ملایا کے جنگلات میں نگل لیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی اور واقعہ ریکارڈ میں نہیں۔ اژدہے گھات میں پڑے رہتے ہیں۔ جونہی شکار نزدیک آتا ہے منہ سے حملہ آور ہو کر دانتوں میں دبوچ لیتے ہیں اور پھر مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس سے ہاتھ پاؤں مارتا ہوا شکار قابو آجاتا ہے اور سانپ اسے بآسانی ہڑپ کر جاتا ہے۔ دوسرے چھوٹے سانپ شکار کی تلاش میں اپنے حسی آلات کی مدد سے ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ اور موقع پڑنے پر حملہ کر کے جبڑوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ شکار کو بے بس کرنے کے طریق درج ذیل ہیں:۔

(ا) شکار کو تھکا کر کھانا:۔

اکثر غیر زہریلے سانپ اپنے مضبوط جبڑوں اور تیز دانتوں میں شکار پکڑ کر اسے تڑپنے دیتے ہیں۔ شکار تکلیف سے تڑپتا رہتا ہے اور نڈھال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سانپ اسے بآسانی نگل لیتا ہے۔ بعض غیر زہریلے سانپوں کی تھوک شکار کے خون میں زخموں کے ذریعہ جب شامل ہوتی ہے تو زہریلی ثابت ہوتی ہے اس طرح بھی شکار جلد بے بس ہو جاتا ہے۔

(ب) ہڈیاں توڑنا:۔

شکار کو منہ میں پکڑ کر اس کے ارد گرد سانپ اپنے جسم کو لپیٹ لیتا ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ جسم کے بلوں کو تنگ کرتا جاتا ہے۔ جس سے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے شکار کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ یا سانس گھٹ جاتا ہے۔ یہ طریقے بڑے بڑے اژدہوں میں پایا جاتا ہے۔

(ج):۔ زہر کا استعمال:۔

زہر سانپ کے منہ کے دونوں جانب خاص قسم کے غدودوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جو ایک نالی کے ذریعہ سامنے کے بڑے دانتوں کچلیوں کے نیچے کھلتے ہیں۔ سانپ کے کاٹنے کے عمل کے دوران ان غدودوں کی رطوبت خارج ہوتی ہے۔ اور زخم میں شامل ہو کر شکار کے خون میں مل جاتی ہے جس کی وجہ سے شکار تقریباً فوراً بے حس ہو جاتا ہے اور بآسانی ہڑپ کیا جا سکتا ہے۔ زہر سے متعلق انشاء اللہ آئندہ قسط میں تفصیلی بات ہوگی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

Monthly **KHALID** Rabwah

Regd. No. L5830

April 1981

Editor : Mohammad Ilyas Munir

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا